Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے
سالانہ.............. 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....کیا حکمرانوں کے ظلم سے نجات کا غیر سیاسی وروحانی راستہ بھی ہے؟...مفتی محمد رضوان ۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۴۸، آیت نمبر ۵۰)......بنی اسرائیل کے اوپر تیسرا انعام..........// // ۹
درسِ حدیث ....جمعہ کے دن اہم واقعات اور قیامت کا قائم ہونا..........// // ۱۱
مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ
ماہِ ذیقعدہ: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں..........................مولوی طارق محمود ۱۶
گناہوں کے نقصانات (قسط ۱)..مفتی محمد رضوان ۲۲
پاکی ناپاکی کے مسائل..// // ۲۷
معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۱۴)..........................// // ۳۲
اولاد کی تربیت کے آداب (قسط ۸)..مولانا محمد ناصر ۳۶
حکیمُ الامت کی حکیمانہ باتیں (دوسری وآخری قسط)....اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب ۴۱
طلبہ کے لئے یکسوئی اور تحریکات وغیرہ سے اجتناب..........................مفتی محمد رضوان ۵۰
علم کے مینار..............سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۲)..............مولانا محمد امجد حسین ۵۶
تذکرۂ اولیاء:........خواتین صحابیات کی علمی اور دینی خدمات..............امتیاز احمد ۶۱
پیارے بچو!............شکاری اور سپاہی..............ابوفرحان ۶۴
بزمِ خواتین..........زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود (قسط ۷).......مفتی ابوشعیب ۶۶
آپ کے **دینی مسائل کا حل**... سعی کا مفہوم اور جمعہ کی پہلی اذان پر سعی کا وجوب.....ادارہ ۷۲
کیاآپ جانتے ہیں؟.............سوالات وجوابات..............ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۵
عبرت کدہ.........حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط ۱۶)..............مولوی طارق محمود ۹۰
طب وصحت..........مالٹا، کنو، سنگترہ (ORANGE)..............حکیم محمد فیضان ۹۲
اخبارِ ادارہ..........ادارہ کے شب وروز..............مولانا محمد امجد حسین ۹۶
اخبارِ عالم..........قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..............ابرار حسین ستی ۹۷
When We Get Rid From Useless Sports ?.................................// // ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　مفتی محمد رضوان

کیا حکمرانوں کے ظلم سے نجات کا غیر سیاسی وروحانی راستہ بھی ہے؟

آج کے دَور کی مادی سیاست کی دنیا میں بھی جہاں ایک طرف تو حزبِ اقتدار کہلائے جانے والے حکومت سے وابستہ طبقہ کی طرف سے حکومت کے ہر جائز وناجائز کام کی تائید وحمایت کرنے اور ظالمانہ اقدامات پر بھی سمجھتے بوجھتے ہوئے نہ صرف خاموشی اختیار کرنے بلکہ غلط اور ناجائز کام اور بعض اوقات دین کی تحریف تک کے کاموں کو دور دراز کی تاویلیں نکال کر اور اُلٹی سیدھی دلیلیں گھڑ کر سندِ جواز اور درست قرار دینے میں مصروف رہنے کو اپنی حکومت واقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہو۔

اور دوسری طرف حزبِ اختلاف اور اپوزیشن کہلائے جانے والا طبقہ حکومت کے ہر اچھے، بُرے اور جائز و ناجائز کام پر تنقید میں ہی مصروف رہتا ہو اور میڈیا پر حکمرانوں کی شان میں ہر طرح کے تمسخر واستہزاء کو اپنا مشغلہ بنائے رکھنا میڈیا کی آزادی قرار دیا جاتا ہو، اور منبر ومحراب سے بھی حکمرانوں کے خلاف صدائیں بلند ہوں اور عوامی دنیا میں رات دن موضوعِ بحث ہی حکمرانوں کی ذات ہو مگر اس کے باوجود تنقید اور اختلاف کے تمام راستے اور سیاسی وقانونی تمام کارروائیاں بعض اوقات بالکل ناکام اور مردہ دکھائی دیتی ہوں اور حکمرانوں کے ظلم وستم میں روز بروز اضافہ ہی محسوس ہوتا دکھائی دیتا ہو۔

ان حالات میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے ہر مصیبت اور پریشانی کا حل پیش کیا ہے، تو کیا اسلام میں ان حالات کا بھی کوئی حل ہے، جس کو اختیار کر کے حکمرانوں کے ظلم وستم سے نجات حاصل کی جاسکتی ہو؟

تو اگر اس سوال کا بحیثیت مسلمان کوئی جواب چاہتا ہے تو اس کا جواب اثبات میں ہے، نفی میں نہیں۔

جواب یہ ہے کہ واقعی اسلام نے ان ناگفتہ بہ حالات میں بھی مسلمانوں کو اکیلا نہیں چھوڑا، اور اس کا حل پیش کیا ہے مگر وہ حل سننے سے پہلے اپنے دل ودماغ کو مادیت کے بت سے خالی کر لینا ضروری ہے۔

کیونکہ آج کے اس مادیت پرستی کے دَور میں بعض روحانی باتیں لوگوں کو ایک افسانہ سے زیادہ معلوم نہیں ہوتیں۔ کیونکہ مادیت کا بت اس طرح دل ودماغ کو پکڑ اور جکڑ لیتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی چیز کو سننا اور سمجھنا سب بیکار معلوم ہونے لگتا ہے؛ جبکہ ہمارے دین کی تعلیمات کی اصل بنیاد ہی روحانیت پر ہے۔

تو آیئے اپنے آپ کو مادّی سیاست سے خالی الذہن کر کے وہ حل ملاحظہ کرتے ہیں۔

سب سے پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم حکمرانوں کو نصیحت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے کے لئے اس کو پسند نہیں فرمایا کہ یہ کام علانیہ انداز میں کیا جائے، بلکہ اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْصُحَ لِسُلْطَانٍ بِاَمْرٍ فَلاَ یُبْدِلَهٗ عَلاَ نِیَةً وَلٰکِنْ لِیَأْخُذْ هٗ بِیَدِهٖ فَیَخْلُوْ بِهٖ فَاِنْ قَبِلَ مِنْهُ فَذٰلِکَ وَاِلَّا کَانَ قَدْ اَدَّی الَّذِیْ عَلَیْهِ لَهٗ (مسند احمد، و من حدیث هشام بن حکیم، حدیث نمبر ۱۴۷۹۲، معرفة الصحابة لابی نعیم الاصبهانی من اسمه عاصم حدیث نمبر ۴۸۵۶، کذا فی مسند الشامیین للطبرانی حدیث نمبر ۹۵۲ بالفاظ "لذی سلطان")

ترجمہ: جو شخص کسی صاحبِ اقتدار کو کسی بات کی نصیحت کرنا چاہے تو اس نصیحت کو علانیہ (کھلے طور پر) ظاہر نہ کرے، بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت (وتنہائی) میں لیجائے؛ اگر وہ اس بات کو قبول کرلے تو بہتر، ورنہ اس نے اپنا فرض ادا کردیا (ترجمہ ختم)

''ہاتھ پکڑ کر علیحدگی اور تنہائی میں لیجانا'' ایک محاورہ ہے، اور مقصد یہ ہے کہ اس کو ایسے خفیہ طریقہ پر نصیحت کرے کہ کسی اور کے سامنے حتی الامکان اس کا اظہار نہ ہو۔

اور یہ مضمون اس حدیث کے مطابق ہے جس میں ایک مؤمن کو دوسرے مومن کا آئینہ بتلایا گیا ہے [1] کہ جس طرح آئینہ دوسرے پر اس کا عیب ظاہر کردیتا ہے، مگر کسی اور کو نہیں بتلاتا، جو اس کے سامنے آتا ہے اسی پر ظاہر کرتا ہے، یہی حالت ایک مومن کی دوسرے کے حق میں بھی ہونی چاہئے۔

مگر آج صورتِ حال اس کے برعکس ہے، ساری دنیا کے سامنے برا بھلا کہنے اور سب وشتم کرنے کو وعظ ونصیحت کا عنوان دیا جانے لگا ہے۔

ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں کو برا بھلا کہنے اور ان کو سب وشتم کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَاتَشْغَلُوْا قُلُوْبَکُمْ بِسَبِّ الْمُلُوْکِ وَلٰکِنْ تَقَرَّبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی بِالدُّعَآءِ لَهُمْ یَعْطِفُ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ عَلَیْکُمْ (کنز العمال ج٦ ص٦، حدیث نمبر ۱۴۵۸۸، بحواله ابن نجار عن عائشه رضی الله عنها)

---

[1] المؤمن مرأة المؤمن (طبرانی فی الاوسط، بزار)

ترجمہ: ’’اپنے دل بادشاہوں کو برا بھلا کہنے میں مشغول نہ کرو، بلکہ ان کے حق میں دعا کرکے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کوتمہاری طرف متوجہ فرما دیں گے‘‘(ترجمہ ختم)

اس حدیث میں دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں کو برا بھلا کہنے سے منع کرنے کے ساتھ ہی، ان کوظلم وستم سے باز رکھنے کا ایک مؤثر طریقہ ونسخہ بھی تجویز فرما دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کی اصلاح اور ہدایت کی دعا کرو۔

جیسا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں اس کی وضاحت اس طرح آئی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَاتَسُبُّو الْاَئِمَّةَ وَادْعُوا اللهَ لَهُمْ فَاِنَّ صِلَاحَهُمْ لَكُمْ صِلَاحٌ (معجم کبیر الطبرانی ج۷ ص ۱۴۴، حدیث نمبر ۷۴۸۹، ومسند الشامیین الطبرانی ج۹ ص ۳۷۶، حدیث نمبر ۳۳۷۲)

ترجمہ: ’’تم ائمہ (یعنی صاحبِ اقتدار وسربراہانِ حکومت) کو برا بھلامت کہو، بلکہ ان کے حق میں (نیکی کی) دعا کرو، کیونکہ ان کی نیکی میں تمہاری بھلائی ہے‘‘(ترجمہ ختم)

اور معجم اوسط میں یہ حدیث ان الفاظ میں آئی ہے۔

لَا تَسُبُّو الْاَئِمَّةَ وَادْعُوْا لَهُمْ بِالصِّلَاحِ فَاِنَّ صِلَاحَهُمْ لَكُمْ صِلَاحٌ (معجم اوسط للطبرانی ج۴ ص ۱۲۶، حدیث نمبر ۱۶۶۶)

ترجمہ: ’’تم ائمہ (سربراہانِ حکومت) کو برا بھلامت کہو بلکہ ان کی اصلاح کی دعا کرو، کیونکہ ان کی اصلاح میں تمہاری بھلائی اور درستگی ہے‘‘(ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حکمرانوں کو برا بھلا کہنا اور ان کوسب وشتم کرنا منع ہے اور اس کے بجائے حکم یہ ہے کہ ان کی اصلاح وہدایت کی دعا کی جائے، اس نسخہ سے قوم کی صلاح وفلاح ہوتی ہے [۱]

اور اسلاف نے مسلمان بادشاہ اور حکمران کو بددعا دینے سے سختی سے منع کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس کو بددعا دینے سے مسلمانوں میں شر پھیلتا ہے اور بلائیں آتی ہیں۔ [۲]

---

۱ (لاتسبوا الائمة) الامام الاعظم و نوابه وان جاروا (فیض القدیر للمناوی ج۶ ص ۵۱۷، حدیث نمبر ۹۷۸۴)

۲ وقد حذر السلف من الدعاء علیه فانه یزداد شراً ویزداد البلاء علی المسلمین (فیض القدیر ج۶ ص ۵۱۸ حدیث نمبر ۹۷۸۸

اور بعض علماء نے تو خاص سربراہانِ حکومت کی اصلاح اور ان کی ہدایت اور عدل وانصاف کی توفیق کی دعا کو سنت قرار دیا ہے۔ [1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ کیلئے بددعا کرنے میں اپنے آپ کو مشغول کرنے سے بچنے کی تلقین کچھ تفصیل کے ساتھ اس طرح فرمائی۔

اِنَّ اللہَ یَقُوْلُ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مَالِکُ الْمُلُوْکِ وَمَلِکُ الْمُلُوْکِ قُلُوْبُ الْمُلُوْکِ فِیْ یَدِیْ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا اَطَاعُوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَ مُلُوْکِھِمْ عَلَیْھِمْ بِالرَّأْفَۃِ وَالرَّحْمَۃِ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا عَصَوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَھُمْ عَلَیْھِمْ بِالسَّخْطَۃِ وَالنَّقْمَۃِ فَسَامُوْھُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ فَلَا تَشْغَلُوْا اَنْفُسَکُمْ بِالدُّعَاءِ عَلَی الْمُلُوْکِ وَلٰکِنِ اشْتَغِلُوْا بِالذِّکْرِ وَالتَّضَرُّعِ اِلَیَّ اَکْفِکُمْ مُلُوْکَکُمْ (معجم کبیر للطبرانی ج۲۰ ص ۲۶۴، حدیث نبر ۱۷۷۶) [2]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں، اور بے شک جب بندے میری اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں تو میں لوگوں پر ان کے بادشاہوں کے دلوں کو نرمی اور رحمت کے ساتھ پھیر دیتا ہوں، اور بے شک جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں کے دل لوگوں پر غصے اور سختی وناراضی کے ساتھ پھیر دیتا ہوں، پھر وہ بادشاہ ان کو بدترین عذاب اور تکلیف پہنچاتے ہیں، پس تم اپنے آپ کو بادشاہوں کے خلاف بددعا میں مشغول نہ کرو، بلکہ میرے ذکر، میری یاد، اور میری طرف عاجزی کے ساتھ متوجہ ہونے میں مشغول کرو، میں تمہاری طرف سے تمہارے بادشاہوں کے لئے کافی ہوجاؤں گا (یعنی تمہاری مدد کروں گا) (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ یہ بات بتلا دی گئی ہے کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور

---

[1] واما الدعاء لائمة المسلمين وولاة امورهم عموماً بالصلاة بالصلاح والهداية والعدل فسنة (تحفة الحبيب على شرح الخطيب ج۲، فرائض الجمعة)

[2] قال الهيثمی وفيه ابراهيم بن راشد وهومتروک (مجمع الزوائد ج۵ ص ۲۳۹)اقول العبد:ان فی رواية الطبرانی ليس الراوی ابراهيم بن راشد،بل فيه وهب بن راشد، والله اعلم،محمدرضوان.

Idara Ghufran

فرمانبرداری کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اس قوم کے بادشاہوں اور حکمرانوں کے دلوں کو اس قوم پر نرم اور مہربان کر دیتے ہیں، اور جو قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی ہے، اس قوم کے بادشاہوں کے دلوں کو اس قوم کے خلاف تکلیف اور سختی و غم و غصہ میں مبتلا کر دیتے ہیں، جس کے نتیجہ میں بادشاہ کی طرف سے اس قوم پر ظلم و ستم ہوتا ہے، اگر کبھی بادشاہ کی طرف سے ظلم و ستم ہو تو بادشاہ کو بددعا دینے میں مشغول ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی یاد، اور اس سے عاجزی کے ساتھ دعا میں مشغولی اختیار کی جائے، اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ظالم بادشاہوں سے خود نمٹ لیتے ہیں اور نجات کا راستہ بنا دیتے ہیں۔

مگر افسوس کہ آج مسلمان سارے کام کر لیتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ذکر و دعا اور تضرع میں مشغول نہیں ہوتے بلکہ بادشاہ کے لئے بددعاء میں زیادہ مشغولی اختیار کرتے ہیں اور اگر کوئی حکمرانوں کی اصلاح و ہدایت کی دعا کرے تو اس پر حیرت و تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے اور اب تو شاید اکثر مسلمانوں میں یہ تصور تک نہیں رہا کہ اچھے اور برے اعمال کو بھی نیک و بد حکمرانوں کے انتخاب میں دخل ہے۔

حضرت مالک بن مغول فرماتے ہیں:

كَانَ فِیْ زَبُوْرِ دَاوٗدَ مَكْتُوْبًا اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَلِكُ الْمُلُوْكِ قُلُوْبُ الْمُلُوْكِ بِيَدِیْ فَاَيُّمَا قَوْمٍ كَانُوْا عَلٰى طَاعَةٍ جَعَلْتُ الْمُلُوْكَ عَلَيْهِمْ رَحْمَةً وَاَيُّمَا قَوْمٍ كَانُوْا عَلٰى مَعْصِيَةٍ جَعَلْتُ الْمُلُوْكَ عَلَيْهِمْ نِقْمَةً لَا تَشْغَلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِسَبِّ الْمُلُوْكِ وَلَا تَتُوْبُوْا اِلَيْهِمْ، تُوْبُوْا اِلَیَّ اَعْطِفْ قُلُوْبَهُمْ عَلَيْكُمْ (مصنف ابن ابی شیبة ج۸ ص ۱۰۸، کتاب ذکر رحمة الله، کذا فی کتاب الزهد، کلام داؤد علیه السلام)

ترجمہ: ”حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور میں یہ لکھا ہوا تھا کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی الٰہ و معبود نہیں، میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں، پس جو قوم بھی میری اطاعت والے کام کرتی ہے تو میں بادشاہوں کو ان پر رحمت بنا دیتا ہوں، اور جو قوم گناہوں والے کام کرتی ہے تو میں بادشاہوں کو ان پر عذاب کا ذریعہ بنا دیتا ہوں، تم اپنے آپ کو بادشاہوں کو برا بھلا کہنے میں مشغول نہ کرو، بلکہ ان کی طرف متوجہ بھی نہ ہو (یعنی ان کو کچھ اہمیت نہ دو) بلکہ تم میری طرف متوجہ ہو (توبہ و استغفار اور دعا کرو) میں بادشاہوں کے دل تمہارے اوپر نرم کر دوں گا“ (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

اس روایت کا مطلب بھی وہی ہے جو پچھلی حدیث میں گزرا۔

اورحضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

اِنَّ لِکُلِّ زَمَانٍ مَلِکًا یَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰی نَحْوِ قُلُوْبِ اَهْلِهٖ فَاِذَا اَرَادَ صَلَاحَهُمْ بَعَثَ عَلَیْهِمْ مُصْلِحاً وَاِذَا اَرَادَ هَلَکَتَهُمْ بَعَثَ فِیْهِمْ مُتْرِفِیْهِمْ (بیهقی فی شعب الایمان ج۵، ص ۴۳۸ روایت نمبر ۷۱۳۶) [۱]

ترجمہ: ’’ہر زمانے کا ایک بادشاہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں کے حال کے مطابق بھیجتے ہیں، پس جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ (ان کے نیک اور اہل ہونے کی وجہ سے) بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو صالح بادشاہ کو بھیجتے ہیں، اور جب لوگوں کی ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں (بوجہ ان کے اعمال کے) تو ان میں ان کے عیاش اور شہوت پرست بادشاہ کو بھیجتے ہیں‘‘ (ترجمہ ختم)

آج مجموعی طور پر ہمارا معاشرہ بے حیائی، چور بازاری، موسیقی اور دوسرے جن سینکڑوں گناہوں کی دلدل میں ہے جو کسی بھی ہوش مند سے مخفی نہیں، اور منبر ومحراب سمیت عوامی، اخباری اور دیگر میڈیائی ذرائع کو زبان درازی اور سب وشتم میں مشغول کر کے نتائج صفر بلکہ الٹے برآمد ہو رہے ہیں۔

ایسے میں ہمیں امید ہے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری قوم حکمرانوں کے ظلم سے بچنے کے لئے اگر مخلص ہوگی تو شریعتِ مطہرہ کی طرف سے پیش کئے گئے اس غیر سیاسی اور روحانی بالکل روزِ روشن کی طرح واضح حل اور راستہ کو ضرور اختیار کرے گی۔ جس کا خلاصہ، اللہ تعالیٰ کی اطاعت، گناہوں سے توبہ واستغفار، اور دعا وتضرع ہے۔ اور اس کے بجائے حکمرانوں کے خلاف زبان درازی اور سب وشتم اور بددعاء میں مشغول ہونے کے بجائے حکمرانوں کی اصلاح اور ان کی ہدایت اور عدل وانصاف کی دعا میں مشغولی کو اپنا مشغلہ بنائے گی۔ [۲] محمد رضوان۔ ۲۰/ ۱۱/ ۱۴۲۸ھ

---

[۱] اور مصنف ابنِ ابی شیبہ میں یہ روایت ان الفاظ میں ہے:

عن کعب قال لکل زمان ملوک فاذاارادالله بقوم خیرا بعث فیهم مصلحیهم واذاارادالله بقوم شرابعث فیهم مترفیهم (مصنف ابن ابی شیبه، جلد۷، حدیث نمبر۱٦۷ و جلد۸ حدیث نمبر ۸۲)

[۲] ہمارے ملک میں اس مرتبہ انتخابات کے انعقاد کا اعلان ایک ایسے وقت ہوا ہے جب ملک کے لاکھوں افراد حج مبارک کی عبادت میں مشغول ہونگے، اور وہ حق رائے دہی سے محروم ہونگے، مگر حجاجِ کرام بھی حج کے مبارک مواقع اور متبرک مقامات پر دعا وتضرع کی اعلیٰ تدبیر اختیار کر کے اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۸، آیت نمبر ۵۰)

مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل کے اوپر تیسرا انعام

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (۵۰)

ترجمہ: ’’اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو، پھر ہم نے بچالیا تم کو اور غرق کر دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھ رہے تھے‘‘ (ترجمہ ختم)

تفسیر وتشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے تیسرے عظیم الشان انعام واحسان کا ذکر فرمایا ہے۔

فرعون سے نجات دینا تو نعمت تھا ہی لیکن دریا کو بنی اسرائیل کے گزرنے کے لئے راستہ بنا دینا ایک مستقل انعام تھا، اس لئے دریا سے راستہ بنا دینے کو علیحدہ ذکر فرمایا۔

کہ اے بنی اسرائیل اس نعمت کو بھی یاد کرو جب کہ ہم نے محض تمہاری وجہ سے دریا کو پھاڑا یعنی محض تمہارے صحیح سالم گزر جانے کی وجہ سے ہم نے اپنے ارادہ اور مشیت سے، دریا کو شق کیا، دریا کا یہ جزومدر اور جدا ہونا وملنا کوئی اتفاقی حادثے کے طور پر نہ تھا، پس تم کو دشمن سے بھی نجات دی اور تم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں جو شبہات تھے، ان سے بھی نجات ملی، اللہ تعالیٰ کی اس عظیم قدرت کے منظر کو دیکھ کر تمہارے توحید ورسالت کے کئی شبہے دُور ہو گئے، اور صرف تمہیں نجات دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ فرعون اور اس کی قوم کو جو تمہارے دشمن تھے، اُن کو غرق بھی کر دیا تا کہ آئندہ بھی دشمنوں کا خطرہ دل سے نکل جائے اور پھر غرق بھی ان کو ایسی حالت میں کیا کہ تم ان کو غرق ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، جس میں اب کسی قسم کے شک وشبہ کی بھی گنجائش نہ رہی تھی اور دشمن کو اپنی آنکھوں کے سامنے غرق ہوتے ہوئے دیکھنا یہ بہت بڑی نعمت ہے، اور ایسی نعمت کا تو بہت ہی شکر کرنا چاہئے۔

تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام عجیب کشمکش کے حالات میں پیدا اور پرورش پا کر پیغمبر ہو گئے، تو ایک عرصۂ دراز تک فرعون کو سمجھاتے اور اس کو تبلیغ کرتے رہے۔ لیکن فرعون کسی طرح نہ مانا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو خفیہ طریقہ پر یہاں سے لیجاؤ، موسیٰ

علیہ السلام حکم کے مطابق اپنے لشکر کو لیکر چل دیئے۔ راستہ میں دریا حائل ہوا، اور اسی وقت پیچھے سے فرعون بھی اپنے لاؤ لشکر سمیت آ پہنچا۔ ایسے میں قریب تھا کہ فرعون، بنی اسرائیل پر قابو پالیتا۔

مگر حق تعالیٰ نے اس وقت بھی بنی اسرائیل کی غیبی طور پر اس طرح مدد فرمائی کہ دریا کے درمیان میں راستہ بنا دیا، پانی دائیں، بائیں رُک گیا اور جس طرح پانی کے درمیان میں پُل سے گزرنے کا صاف شفاف راستہ ہوتا ہے، اس طرح کا صاف راستہ دریا کے عین بیچ میں بن گیا، اور دائیں و بائیں سوائے حکمِ الٰہی کے اسباب کے درجہ میں بھی کوئی چیز پانی کو روکنے والی نہیں تھی۔ بنی اسرائیل اس راستہ سے اطمینان و عافیت اور سکون کے ساتھ گزر گئے، فرعون بھی اپنے لاؤ لشکر سمیت یہ منظر دیکھ کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں دریا میں گھُس گیا، اور اندر داخل ہوگیا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے لشکر کے دریا سے پار نکل آئے، اس وقت فرعون اور اس کا لاؤ لشکر دریا کے درمیان میں تھا، عین اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا اپنی سابقہ اور پہلی حالت پر آ گیا اور فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے غرق ہو کر فوت ہوگیا، اور اس طرح بنی اسرائیل کو فرعون کی طرف سے طرح طرح کی پیش آنے والی تکالیف کا خاتمہ ہوا (معارف القرآن کاندھلوی بتغیر واضافہ)

فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ دس محرم کا ہے

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون کے دریا میں غرق ہونے کا واقعہ جس دن پیش آیا، عاشورہ (یعنی دس محرم) کا دن تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

> نبی کریم ﷺ جب مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیّبہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دس محرم کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، آپ نے ان سے پوچھا کہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بڑا عظیم (اور نیک) دن ہے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی (اور فرعون پر غلبہ عطا فرمایا) اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا، چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر (اور بطور تعظیم) اس دن روزہ رکھا تھا، اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ! تمہارے مقابلے میں ہم موسیٰ سے زیادہ قریب ہیں، اور (بطور شکر روزہ رکھنے کے) زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ آپ نے دس محرم کے دن خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، شرح معانی الآثار واحمد)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

جمعہ کے دن اہم واقعات اور قیامت کا قائم ہونا

حضرت ابی لبابہ بن عبدِ منذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

اِنَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ سَیِّدُالْاَیَّامِ وَاَعْظَمُهَاعِنْدَاللّٰهِ وَهُوَاَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ مِن یَّوْمِ الْاَضْحٰی وَیَوْمِ الْفِطْرِ وَفِیْهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰهُ فِیْهِ آدَمَ وَاَهْبَطَ اللّٰهُ فِیْهِ آدَمَ اِلَی الْاَرْضِ وَفِیْهِ تَوَفَّی اللّٰهُ آدَمَ وَفِیْهِ سَاعَةٌ'' لَایَسْأَلُ اللّٰهَ فِیْهَا الْعَبْدُشَیْئًا اِلَّااَعْطَاهُ مَالَمْ یَسْأَلْ حَرَاماً وَفِیْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ مَامِن مَّلَکٍ مُّقَرَّبٍ وَلَاسَمَآءٍ وَلَااَرْضٍ وَلَا رِیَاحٍ وَلَاجِبَالٍ وَلَابَحْرٍاِلَّاوَهُنَّ یُشْفِقْنَ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ (رواه احمد و ابن ماجة بلفظ واحد، وفی اسنادهما عبدالله بن محمد بن عقیل وهو بمن احتج به احمد وغیره' ورواه احمد ایضاً، والبزار من طریق عبدالله ایضاً من حدیث سعد بن عبادة و بقیة روایتہ ثقات مشهورون، ترغیب وترهیب ج ۱ ص ۲۸۱، وکنزالعمال ج ۷ ص ۷۱۷ بحواله ابن ابی شیبه و مسند احمد و ابن مسعود ابن قانع، وطبرانی عن ابی لبابة و کنزالعمال ج۷ ص ۷۱۳ بحواله مسند احمد، قال فی الزوائد اسناده' حسن)

ترجمہ: ''جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار اور سب سے زیادہ عظمت والا دن ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس دن کی عظمت عیدُ الفطر اور عیدُ الاضحیٰ کے دنوں سے بھی زیادہ ہے اور اس میں پانچ اہم کام ہوئے (جو جمعہ کے دن کے ساتھ خاص ہیں) اور وہ یہ ہیں (۱) اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام (یعنی ان کی مٹی کو) کو پیدا کیا (۲) اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا (۳) اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وفات دی (۴) اور اسی دن ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اس میں جو دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ کسی حرام چیز کا سوال نہ کرے (۵) اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

Idara Ghufran

فرشتے اور آسمان اور زمین اور ہوائیں، پہاڑ اور سمندر سب کے سب (جمعہ کے دن قیامت قائم ہونے کے خوف کی وجہ سے) جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں'' (ترجمہ ختم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن تمام وجوہات سے نہ سہی لیکن بعض وجوہات کے اعتبار سے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ سے بھی زیادہ فضیلت وشرافت رکھتا ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ جمعہ کا دن صرف عبادت کا دن ہے، اور عیدین کے دن خوشی کے دن ہیں، تو عبادت کا دن ہونے کی حیثیت اور جہت سے جمعہ کے دن کو عیدین کے دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔ [۱]

معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے اہم واقعات ظاہر فرمائے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہوں گے، جس سے جمعہ کے دن کی عظیم الشان اہمیت وفضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں بھیجنا ہی دنیا میں خیر پھیلنے اور بڑے بڑے انبیاء واولیاء اللہ کی پیدائش کا سبب بنا۔

اور کیونکہ اسی دن قیامت برپا ہوگی اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرب فرشتے آسمان، پہاڑ اور سمندر سب کے سب اس دن سے ڈرتے ہیں۔ [۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ وسلم نے فرمایا:

خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِیْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِیْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّافِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ (جامع صغیر ج ۳ رقم حدیث ۴۰۹۵ بحوالہ مسنداحمد، صحیح مسلم وترمذی و ابو داؤد و نسائی ترغیب و ترہیب ج ۱ ص ۲۸۱، و کنزالعمال ج۷ ص ۱۰۷ بحوالہ مسند احمد، مسلم و ترمذی عن ابی ہریرۃ)

ترجمہ: ''جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے، ان میں سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے۔

---

[۱] قال الطیبی افضل الایام قیل عرفة وقیل الجمعة هٰذا اذا اطلق واما اذا قیل افضل ایام السنة فهو عرفة وافضل ایام الاسبوع فهو الجمعة تم کلامه واذا وافق یوم الجمعة یوم عرفة یکون افضل الایام مطلقا فیکون العمل فیه افضل وابر (مرقاة جلد۳ صفحه ۲۳۲، باب الجمعة)

یُحتمل اعظمیة یوم الجمعة علیٰ یوم العیدین باعتبار کونهٖ یوم عبادة صرف وهما یوم فرح و سرور (مرقاة شرح مشکوٰة ج۳ ص ۲۳۹، باب الجمعة)

[۲] قال الطیبی یدل علیٰ ان هٰذه الخلال خیرات توجب فضیلة الیوم، قال القاضی خلق آدم یوجب لهٗ شرفاً ومزیةً وکذا وخاتمهٗ فانهٗ سبب لوصوله الی الجناب الاقدس والخلاص من النکبات وکذا قیام الساعة لانهٗ سبب وصول ارباب الکمال الیٰ ما اعدلهم من النعیم المقیم (مرقاة شرح مشکوٰة ج۳ ص ۲۴۰)

Idara Ghufran

اسی دن (اشرف المخلوقات) حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔اسی دن وہ جنت میں داخل ہوئے، اسی دن انہیں جنت سے نکالا گیا اورزمین پر اتارا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی‘‘(ترجمہ ختم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی یہ روایت کچھ اضافہ کے ساتھ اس طرح بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَیْرُیُوْمٍ طَلَعَتْ فِیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِیْهِ اُهْبِطَ وَفِیْهِ تِیْبَ عَلَیْهِ وَفِیْهِ قُبِضَ وَفِیْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ مَاعَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ اِلَّاوَهِیَ تُصْبِحُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًامِّنَ السَّاعَةِ اِلَّاابْنُ آدَمَ وَفِیْهِ سَاعَةٌ لا یُصَادِ فُهَاعَبْدٌمُّؤْمِنٌ وَهُوَفِی الصَّلاَةِ یَسْأَلُ اللّٰهَ شَیْئًا اِلَّااَعْطَاهُ اِیَّاهُ

(جامع صغیر ج ۳ رقم حدیث ۴۰۹۶ بحواله مالک، احمد ، ابوداؤد، ترمذی ، نسائی ، ابن حبان فی صحیحه والحاکم فی المستدرک عن ابی هریرة تصحیح السیوطی صحیح و کنزالعمال ج ۷ ص ۷۱۱ بحواله مالک، و مسند احمد و ابن حبان، و مستدرک حاکم، وقال الترمذی حسن صحیح)

ترجمہ:’’جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے(ان سب دنوں میں)بہترین دن جمعہ کا دن ہے،اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اوراسی دن (جنت سے) زمین پر اتارا گیا، اوراسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی گئی۔ [1]

اوراسی دن ان کو وفات دی گئی اوراسی دن قیامت قائم کی جائے گی۔زمین کے اوپر کوئی بھی جاندار ایسا نہیں ہے کہ وہ جمعہ کی صبح کو سورج طلوع ہونے کے وقت قیامت قائم ہونے سے نہ ڈرتا ہو(کیونکہ قیامت جمعہ کے دن صبح صادق اورسورج طلوع ہونے کے درمیان قائم

---

[1] امام قرطبی رحمہ اللہ قرآن مجید کے اس فرمان ’’فَتَابَ عَلَیْهِ‘‘ کے تحت فرماتے ہیں:
اَیْ قَبِلَ تَوْبَتَهُ اَوْوَفَّقَهُ لِلتَّوْبَةِ وَکَانَ ذَالِکَ یَوْمُ عَاشُوْرَاءَ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۲۴)
ترجمہ:’’اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی،اوران کوتوبہ کی توفیق عطا فرمائی،اور یہ دس محرم جمعہ کے دن کا واقعہ ہے‘‘(ترجمہ ختم)

ہوگی) ۱؎

سوائے انسان کے (کہ وہ غافل ہوتا ہے) اور جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ کوئی مومن بندہ جبکہ وہ نماز (یا نماز کے انتظار) میں ہو اور اللہ سے سوال کر رہا ہو، اس گھڑی کو (نماز یا دعا کی حالت میں) پالے تو اس کو ضرور وہ چیز اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں'' (ترجمہ ختم)

اور حضرت مجاہد، حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ كَعْبٌ يَفْزَعُ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ كُلُّ شَيْئٍ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ وَعَلٰى كُلِّ حَالِمٍ فِيْهِ الْغُسْلُ

(مصنف ابنِ ابی شیبة، جلد۲ صفحه ۵، حديث نمبر ۱۸)

ترجمہ: ''حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن سے انسان اور جنات کے علاوہ ہر چیز ڈرتی ہے، اور جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل ہے'' (ترجمہ ختم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث کے آخر میں ہے:

وَخَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فِى آخِرِ الْخَلْقِ فِىْ آخِرِ سَاعَةٍ مِّنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ (مسلم، باب ابتداء الخلق وخلق آدم، واللفظ لهٗ، مسنداحمد مسند ابی هريرة ،مسند ابی يعلیٰ الموصلی، باب خلق الله التربة يوم السبت، صحيح ابنِ حبان، صحيح ابنِ خزيمة)

ترجمہ: ''اور حضرت آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوقات (زمین و آسمان، پہاڑ وغیرہ) کے بعد جمعہ کے دن عصر کے بعد جو جمعہ کی ساعتوں میں سے آخری ساعت ہے، عصر اور مغرب کے درمیان پیدا فرمایا'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: مذکورہ احادیث سے جمعہ کے دن مندرجہ ذیل حوادث و واقعات کا واقع ہونا معلوم ہوا۔

(۱)...... جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

(۲)...... جمعہ ہی کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کیا گیا۔

(۳)...... جمعہ ہی کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا گیا۔

(۴)...... جمعہ ہی کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی گئی۔

۱؎ القيامة تظهر يوم الجمعة بين الصبح وطلوع الشمس (مرقاة جلد۳ صفحه ۲۳۵، باب الجمعة)

(۵)...... جمعہ ہی کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی۔

(۶)...... جمعہ کے دن ایک قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے۔

(۷)...... جمعہ کے دن ہی قیامت قائم ہوگی۔

(۸)...... قیامت جمعہ کے دن قائم ہونے کی وجہ سے چرند پرند اس دن سے ڈرتے ہیں۔ [۱]

جمعہ کا دن درحقیقت انسان کو اس کے مبداء ومعاد (انسان کی ابتداء، اُس کی پیدائش اور اُس کے انجام) کو یاد دِلانے والا دن ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اس دن کے ذریعے سے اپنے مبداء ومعاد پر غور کرے اور سوچے کہ اسی دن قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونا ہے، اوراس دن کو قیامت وآخرت کی فکر اوراس کی تیاری کا ذریعہ بنائے اور یہ سوچے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے اجزاء کو ملاکر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، اسی طرح قیامت کے دن صور پھونکے جانے پر تمام انسانوں کو جمع کیا جائے گا اور انسان کے بدن کے اجزاء کو خواہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی حالت میں ہو، ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے گا؛ اور تمام روحیں اپنے بدن کے ساتھ جمع ہوجائیں گی، پھر ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال وافعال جمع ہوں گے۔

غرضیکہ اجتماعیت اور جمع کیے جانے کی یہ تکوینی نوعیت اور کیفیت جمعہ کے دن کے ساتھ وابستہ کردی گئی، اور اس دن شہر کے مسلمان جمع ہوکر جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں تو ان تمام وجوہات سے اس دن کی اجتماعیت ظاہر ہوتی ہے (معارف القرآن ادریسی جلد۸ صفحہ۱۱۴، بتغیر)

---

[۱] اذا کان یوم الجمعة نادت الطیرُ الطیرَ والوحوش الوحوش والسباع السباع سلام علیکم هٰذا یوم الجمعة. ھو من نسخة موضوعة (الفوائد المجموعة للشوکانی صفحه ۴۳۸)

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ ذیقعدہ: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۵۱ھ**: میں حضرت ابوالحسن عبدالوھاب بن عبدالحکم بن نافع الوراق البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ساتھی تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابوضحرۃ انس بن عیاض اللیثی، حجاج بن محمد المصیصی، عبدالحمید بن عبدالعزیز بن ابی رواد، معاذ بن معاذ العنبری اور یحییٰ بن سعید الاموی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد بن علی بن العلاء الجوزجانی، ابوعلی احمد بن الھیثم بن اسماعیل الخطاب الشوکی، حسین بن اسماعیل المحاملی اور خطاب بن بشر رحمہم اللہ (تہذیب الکمال ج۱۸ ص ۵۰۰، سیراعلام النبلاء ج۱۲ ص ۳۲۴، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۲۶)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۵۲ھ**: میں حضرت ابوموسیٰ محمد بن المثنیٰ بن عبید بن قیس بن دینار العنزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ''الزمن'' کے نام سے مشہور تھے، ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق الطالقانی، ابراھیم بن صالح بن درہم الباہلی، ابراہیم بن عمر بن ابی ابوالوزیر اور احمد بن سعید الدارمی رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ابویعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی، بقی بن مخلد الاندلسی، جعفر بن محمد الفریابی، حسین بن اسماعیل المحاملی، ابوعروبہ حسین بن محمد الحرانی، زکریا بن یحییٰ الساجی، زکریا بن یحییٰ السجزی اور صالح بن محمد الاسدی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تہذیب الکمال ج۲۶ ص ۳۶۴، سیراعلام النبلاء ج۱۲ ص ۱۲۵، تہذیب التہذیب ج۹ ص ۳۷۸)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۵۲ھ**: میں حضرت ابوالقاسم ہشام بن یونس بن وابل بن الوضاح بن سلیمان التمیمی النہشلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابویحییٰ اسماعیل بن ابراہیم التیمی، حفص بن غیاث، خالد بن نافع الاشعری، سعید بن عمرو العنبری، سفیان بن عیینۃ، عبداللہ بن ادریس اور عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ترمذی، احمد بن الحسین بن اسحاق الصوفی الصغیر، صالح بن احمد بن ابومقاتل، ابوبکر عبداللہ بن ابوداؤد، عبداللہ بن محمد بن ناجیۃ رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تہذیب الکمال ج۳۰ ص ۲۷۱. تہذیب التہذیب ج۱۱ ص ۵۲)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۵۲ھ**: میں حضرت ابوداؤد سلیمان بن عبدالرحمٰن بن حماد بن عمران بن موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ القرشی التیمی الطلحی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: عبدالرحمٰن

بن حماد الطلحی (یہ آپ کے والد ہیں) عمرو بن حماد بن طلحہ القناد، علاء بن عمرو الحنفی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابو داؤد، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابو عاصم النبیل، ابو زرعۃ عبیداللہ بن عبدالکریم الرازی اور ابوبکر محمد بن احمد البورانی القاضی رحمہم اللہ (تہذیب الکمال ج۱۲ ص ۲۵، تہذیب التہذیب ج۴ص ۱۱۸)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۵۳ھ:** میں حضرت ابوالربیع سلیمان بن داؤد بن حماد بن سعد المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۱۷۸ھ میں ہوئی، ابراہیم بن حماد بن عبدالملک بن ابو العوام الخولانی، ادریس بن یحییٰ الخولانی، اشہب بن عبدالعزیز، حارث بن مسکین، سعید بن زکریا الادم، عبداللہ بن نافع الصائغ المدنی اور عبداللہ بن وھب رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوداؤد، نسائی، ابراہیم بن عبداللہ بن معدان، ابراہیم بن محمد بن الحسن بن متویہ الاصبہانی، ابراہیم بن یوسف الھسنجانی اور زکریا بن یحییٰ الساجی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، حضرت ابوسعید بن یونس فرماتے ہیں کہ آپ زاہد اور مالکی مذہب کے بڑے فقیہ تھے (تہذیب الکمال ج۱۱ ص ۴۱۰، تہذیب التہذیب ج۴ص ۱۶۴)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۵۵ھ:** میں حضرت احمد بن عمرو بن عبداللہ بن عمرو بن السرح الاموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابن وھب، شافعی، ولید بن مسلم، ابن عیینۃ، خالد بن نزار الایلی، عبداللہ بن نافع الصائغ اور ایوب بن سوید رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، بقی بن مخلد، ابوزعۃ، ابوحاتم، عمرو بن ابی الطاہر (یہ آپ کے بیٹے ہیں) یعقوب الفسوی، ابنِ بجیر اور علی بن الحسن بن خلف بن قدید رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تہذیب التہذیب ج۱ ص ۵۶)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۵۶ھ:** میں حضرت ابوالفضل رزق اللہ بن موسیٰ الناجی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابو الفضل البغدادی کے نام سے مشہور تھے، ابن عیینۃ، خالد بن عبداللہ الواسطی، عبدالرحمٰن بن مہدی، یعقوب بن اسحاق الحضرمی، شبابہ بن سوار اور معن بن عیسیٰ رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، نسائی، ابن ماجہ، بجیری، ابن ناجیۃ، اسلم بن سھل، ابن خزیمہ، باغندی، ابنِ صاعد اور محاملی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تہذیب التہذیب ج۳ص ۲۳۶، تہذیب الکمال ج۹ ص ۱۷۹)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۵۶ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر بن العوام القرشی الاسدی الزبیری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوعبداللہ بن ابوبکر المدنی کے نام سے مشہور تھے، اور مکہ کے قاضی تھے، ابراہیم بن حمزہ الزبیری، ابراہیم بن المنذر الحزامی، اسحاق

بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، اسماعیل بن ابی اویس اور ابوضمرۃ انس بن عیاض اللیثی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابن ماجہ، احمد بن سعید الدمشقی، احمد بن سلیمان الطوسی، ابوبکر احمد بن محمد بن ابی شیبہ البغدادی البزاز، احمد بن یحییٰ ثعلب النحوی، اسماعیل بن العباس ابوالوراق، حسن بن علی بن نصر الطّوسی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، 84 سال کی عمر میں مکہ میں وفات ہوئی آپ کے بیٹے مصعب نے نمازِ جنازہ پڑھائی، آپ کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ آپ ایک اونچی جگہ سے گرے اوراس کے بعد دودن تک زندہ رہے، لیکن کسی سے کوئی بات نہیں کی اور وفات پا گئے (تہذیب الکمال ج۹ ص ۲۹۹، سیراعلام النبلاء ج۱۲ ص ۳۱۴، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص ۸۹، طبقات الحفاظ ج۱ ص ۴۴، تہذیب التہذیب ج۳ص ۲۶۹، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۲۸)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۵۹ھ:** میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب بن اسحاق السعدی الجوزجانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابواسحاق الجوزجانی کے نام سے مشہور تھے، اور دمشق میں رہتے تھے، ابراہیم بن عبداللہ بن زبر الربعی، احمد بن اسحاق الحضرمی، احمد بن عبداللہ بن یونس، بشر بن عمر الزہرانی، جعفر بن عون اور حجاج بن محمد الاعور رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابراہیم بن دحیم الدمشقی، ابواسحاق ابراہیم بن محمد الصیدلانی، حسن بن سفیان الشیبانی اور زکریا بن یحییٰ السجزی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تہذیب الکمال ج۲ ص ۲۴۸)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۶۲ھ:** میں حضرت علی بن داؤد بن یزید التمیمی القنطری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابوصالح عبداللہ بن صالح الحرانی المصری، آدم بن ابی ایاس، سعید بن ابی مریم، ابوصالح، عبدالغفار بن داؤد الحرانی اور عمرو بن خالد الحرانی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابنِ ماجہ، حربی، احمد بن یحییٰ بن زہیر التستری، محمد بن جریر الطبری، ابن صاعد، بغوی اور محمد بن عباس بن ایوب بن الاخرم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تہذیب التہذیب ج۷ص ۲۷۹)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۶۵ھ:** میں حضرت ابوعثمان سعدان بن نصر بن منصور الثقفی البغدادی البزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، سفیان بن عیینۃ، ابومعاویہ، وکیع بن الجراح، معمر بن سلیمان الرقی، معاذ بن معاذ اور علی بن عاصم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوبکر بن ابی الدنیا، یحییٰ بن صاعد، ابوعبداللہ المحاملی، ابوجعفر بن البختری، ابوعوانہ، اسماعیل الصفار اور ابوبکر الخرائطی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیراعلام النبلاء ج۱۲ ص ۳۵۸)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۶۸ھ**: میں حضرت شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم بن ایمن بن لیث المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۱۸۲ھ میں ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت عبداللہ بن وھب، ابوضمرۃ اللیثی، ابن ابی فدیک، ایوب بن سوید، بشر بن بکر، اشھب بن عبدالعزیز اور ابو عبدالرحمٰن المقری رحمہم اللہ سے کی، نسائی، ابن خزیمۃ، ابن صاعد، عمرو بن عثمان المکی، ابوبکر بن زیاد، ابوجعفر الطحاوی، علی بن احمد علان، اسماعیل بن داؤ بن وردان اور عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، فقہ کی تعلیم آپ نے امام مالک رحمہ اللہ حاصل کی، اور ایک طویل مدت تک ان کی صحبت اختیار کی، قاضی بکار بن قتیبۃ رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۰۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۷)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۷۰ھ**: میں مصر کے امیر احمد بن طولون کی وفات ہوئی، آپ مصر میں دولتِ طولونیہ کے بانی تھے، آپ کے والد ایک ترکی غلام تھے، ۲۰۰ھ میں بخارا کے عامل نوح بن اسد سامانی نے اسے مامون الرشید کی خدمت میں ہدیتاً بھیجا، مامون نے طولون کو خدمت گزاری کی وجہ سے امراء کے پہلو میں جگہ دی، اس لئے احمد بن طولون کی پرورش بھی شہزادوں کے ساتھ ہوئی، علمِ حدیث سے ان کو بڑا شغف تھا، اور طرسوس کے محدثین سے علمِ حدیث میں استفادہ کے لئے آپ نے کئی سفر کئے، عباسی خلیفہ مستعین باللہ کی نوازشات آپ پر بہت زیادہ تھیں، کچھ عرصہ بعد آپ کو مصر کے امیر کے نائب کی حیثیت سے مستعین باللہ نے مصر بھیج دیا، احمد بن طولون میں عدل، فیاضی، شجاعت و بہادری، حسنِ سیرت، فراست سمیت تمام اوصاف جمع تھے، اور اپنے فرائض کو خود تندہی سے سرانجام دیتے تھے، رعایا کی خبرگیری، اہلِ علم سے مشورہ کا خوب اہتمام کرتے تھے، آپ کا دسترخوان عوام وخواص ہر شخص کے لئے وسیع تھا، اس کے علاوہ ایک ہزار دینار یومیہ خیرات کرتے تھے، اہل مصر آپ کے گرویدہ ہوگئے، عباسی خلیفہ مہتدی باللہ یہ دیکھ کر آپ کو اسکندریہ کی حکومت دے دی، احمد بن طولون نے برسرِ اقتدار آ کر بہت سے کارنامے سرانجام دیئے مثلاً نئے شہر قطائع کی تعمیر، بیمارستان (ہسپتال کا قیام) مدارس کی تعمیر، فوجی نظام کی مضبوطی، بحری نظام وغیرہ، ۲۰ ذیقعدہ اتوار کی رات آپ کی وفات ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۹۵، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۶۹۷ تا ۷۷۵)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۷۸ھ**: میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن سہل بن بشیر البغدادی رحمہ اللہ کی وفات

ہوئی، اسماعیل بن علیہ، اسحاق الازرق، ابو بدر السکونی، علی بن عاصم اور یزید بن ھارون رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، عثمان بن احمد بن السماک، احمد بن عثمان الادمی، عمر بن الحسن الاشنانی اور ابوبکر الشافعی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۱۵۰، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۹۸)

☐......**ماہِ ذیقعدہ ۲۸۲ھ**: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن عثمان بن صالح بن صفوان القرشی السھمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابان بن الصباح الحضرمی، احمد بن رفاعہ بن راشد اللخمی الراشد، احمد بن السکین بن عطاء الصرفی، احمد بن سواد المرادی، احمد بن شعیب بن سعید المرادی اور ابوالطاھر احمد بن عمرو بن السرح رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابن ماجہ، احمد بن ابراہیم بن محمد بن جامع السکری، ابوجعفر احمد بن اسماعیل، اسحاق بن ابراہیم بن صالح العذری، بکر بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ الخلال، حسین بن علی الفرائضی اور ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہم اللہ، حضرت ابوسعید ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”آپ عالمی حالات وواقعات، تاریخ اور اہلِ علم کی سوانح اور ان کے زمانے کے بہت باخبر اور معلومات رکھنے والے تھے، بعض روایتیں ان کی ایسی ہیں جن میں یہ ممتاز اور منفرد ہیں“ (تھذیب الکمال ج ۳۱ ص ۴۶۴، سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۵۵)

☐......**ماہِ ذیقعدہ ۲۸۲ھ**: میں حضرت ابوالزنباع روح بن الفرج القطان المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۰۶ھ میں ہوئی، ابراہیم بن مخلد الطالقانی، سعید بن کثیر بن عفیر، ابوصالح عبداللہ بن صالح (آپ لیث بن سعد رحمہ اللہ کے کاتب تھے) ابوصالح عبدالغفار بن داؤد الحرانی اور عمرو بن خالد الحرانی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوجعفر احمد بن سلامہ الطحاوی، حسین بن اسماعیل المحاملی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، عبداللہ بن احمد بن اسحاق المصری، علی بن محمد بن احمد المصری الواعظ اور ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تھذیب الکمال ج۹، ص ۲۵۱، تھذیب التھذیب ج۳ ص ۲۵۶)

☐......**ماہِ ذیقعدہ ۲۸۶ھ**: میں حضرت ابوسعید عبدالرحیم بن عبداللہ بن عبدالرحیم بن سعید البرقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، عبداللہ بن یوسف التنیسی رحمہ اللہ آپ کے استاد ہیں، سیرۃ میں آپ کے شاگرد ابومحمد عبداللہ بن جعفر الورد رحمہ اللہ اور روایت میں ابوالقاسم الطبری رحمہ اللہ ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۹)

☐......**ماہِ ذیقعدہ ۲۸۸ھ**: میں حضرت ابومحمد جعفر بن محمد بن سوار نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، قتیبۃ بن سعید، اسحاق بن راھویہ، ابراہیم بن یوسف، علی بن حجر، ابومصعب الزہری اور ابومروان محمد بن

عثمان بن خالد رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ، مؤمل بن الحسن اور ابوحامد بن الشرقی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، منگل کے دن وفات ہوئی، اور ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، آپ سے مروی ایک حدیث میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

والذی نفس محمد بیدہ لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا ولضحکتم قلیلاً (بخاری . مسند احمد)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اگر تم وہ چیزیں جان لو جو مجھے معلوم ہیں تو تم زیادہ روؤ گے اور کم ہنسو گے (ترجمہ ختم) (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۷۵)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۹۱ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی بن زید المکی الصائغ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، قعنبی، خالد بن یزید العمر، حفص بن عمر الحوضی، سعید بن منصور، محمد بن معاویہ اور یحییٰ بن معین رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، دعلج بن احمد، ابومحمد الفاکہی، ابوسلیمان الطبرانی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۲۹)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۹۲ھ**: میں حضرت ابومحمد جعفر بن احمد بن ابی عبدالرحمٰن الشاماتی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ شافعی مسلک کے بڑے فقیہ تھے، ابراہیم المزنی رحمہ اللہ سے آپ نے علمِ فقہ حاصل کیا، اسحاق بن راہویہ، اسماعیل بن موسیٰ الفزاری، ابوکریب محمد بن رافع، احمد بن عبدۃ الضبی، محمد بن بشار، ابوموسیٰ الزمن اور عبداللہ بن عمر العابدی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوعبداللہ بن یعقوب الشیبانی، ابوالفضل بن ابراہیم، ابوبکر بن جعفر اور ابوالولید جمعان بن محمد رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۴، ص ۱۶)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۹۷ھ**: میں حضرت محمد بن ابوبکر احمد بن زہیر البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابوبکر احمد بن زہیر (یہ آپ کے والد ہیں) نصر بن علی الجھضمی، عباد بن یعقوب الرواجنی، عمرو بن علی الصیرفی اور بندار رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۱ ص ۴۹۴)

□......**ماہِ ذیقعدہ ۲۹۹ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن سعید بن بشیر بن مہران رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر میں رہتے تھے، عبدالاعلیٰ بن حماد النرسی، جبارۃ بن المغلس، بشر بن معاذ العقدی، نوح بن عمرو السکسکی اور محمد بن ھاشم البعلبی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، احمد بن الحسن بن عتبۃ الرازی، عبداللہ بن جعفر بن الورد، محمد بن احمد بن خروف، ابوالقاسم الطبرانی، حسن بن رشیق اور ابومنصور محمد بن سعید لابیوردی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۴۶)

اصلاحی خطاب

مفتی محمد رضوان

گناہوں کے نقصانات (قسط۱)

وہ خطاب جو مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم نے ''مؤرخہ ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ مسجد امیر معاویہ، کوہاٹی بازار راولپنڈی میں فرمایا، اس بیان کو مولانا طارق محمود صاحب نے نقل فرمایا (ادارہ......)

اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَـہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُـہٗ وَصَفِیُّہٗ وَخَلِیْلُـہٗ اَللّٰھُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ھٰذَاالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَالرَّسُوْلِ السَّیِّدِالسَّنَدِ الْعَظِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ (سورہ انعام آیت ۱۲۰)

وقال رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبُدَالنَّاسِ (ترمذی، مسند احمد، معجم طبرانی، بیہقی، مصنف عبدالرزاق، مسند ابویعلیٰ الموصلی)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علیٰ ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہِ رب العٰلمین.

نافرمانیوں سے بچو

معزز حضرات! قرآن مجید کی جو آیت مبارکہ تلاوت کی گئی ہے اسمیں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''کہ جو لوگ گناہوں کا کام کرتے ہیں اپنی بدکرداریوں پر ان کو عنقریب بھی قیامت کے روز سزا دی جائے گی''

اور حدیث شریف میں ہے:

''اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبُدَالنَّاسِ''

Idara Ghufran

''حرام کاموں سے بچو تو تم سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے''

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ انسان

ایک مرتبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہ حضور اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، ان سے کسی نے معلوم کیا کہ:

رَجُلٌ کَثِیْرُالذُّنُوْبِ کَثِیْرُالْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَیْکَ،اَوْرَجُلٌ قَلِیْلُ الذُّنُوْبِ قَلِیْلُ الْعَمَلِ؟قَالَ:مَااَعْدَلُ بِالسَّلَامَۃِ شَیْئًا(مصنف ابن ابی شیبۃ، ج۸ص۱۹۶)

(وَفِیْ رِوَایَۃٍ) اَیُّھُمَا اَعْجَبُ اِلَیْکَ؟رَجُلٌ کَثِیْرُالْعَمَلِ کَثِیْرُالذُّنُوْبِ،وَرَجُلٌ قَلِیْلُ الْعَمَلِ قَلِیْلُ الذُّنُوْبِ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :مَااَعْدَلُ بِالسَّلَامَۃِ شَیْئًا (بیھقی فی شعب الایمان ج۱۵ص۳۵۷)

مطلب یہ ہے کہ ایک شخص تو وہ ہے جو کہ بہت زیادہ نیک اعمال کرتا ہے۔اس کے نیک اعمال کا ذخیرہ بہت زیادہ ہے،نوافل بھی کثرت سے پڑھتا ہے، مستحبات پر بھی عمل کرتا ہے، وظائف اور تسبیحات بھی بہت زیادہ ہیں، اور ساتھ ساتھ اس کے گناہ بھی زیادہ ہیں، تو ایک طرف تو اس شخص کی نیکیاں بھی زیادہ ہیں ،دوسری طرف گناہ بھی بہت زیادہ ہیں ،اور دوسرا شخص وہ ہے، کہ جس کے پاس نیکیاں تھوڑی ہیں، وہ فرائض واجبات پر اکتفاء کرتا ہے، زیاہ نوافل نہیں پڑھتا، تسبیحات کثرت سے نہیں پڑھتا، ذکر وغیرہ زیادہ نہیں کرتا، بلکہ صرف فرض اور واجبات پر عمل کر لیتا ہے، لیکن دوسری طرف اس شخص کے گناہ تھوڑے ہیں ،گناہ اس کے زیادہ نہیں ہیں، تو یہ دو افراد کہ ایک شخص وہ کہ جس کی نیکیاں بھی بہت زیادہ ہیں، اور گناہ بھی بہت زیادہ ہیں، اور دوسرا وہ جس کے پاس نیکیاں تھوڑی ہیں، لیکن گناہ بھی ساتھ ساتھ بہت تھوڑے ہیں ،کم ہیں تو ان دونوں میں سے کون سا شخص افضل ہے، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: ''مَااَعْدَلُ بِالسَّلَامَۃِ شَیْئًا''

کہ ''گناہوں سے حفاظت کے برابر میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا''

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی نیکیاں تھوڑی ہیں اور گناہ بھی کم ہیں، تو وہ شخص میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور محبوب انسان ہے۔

تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ انسان بننے کے لئے ضروری ہے کہ

انسان فرائض اور واجبات کے بعد گناہوں سے بچنے کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام کرے۔

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا

اس کے علاہ جو حدیث شریف میں بھی یہی ارشاد فرمایا گیا، کہ جو شخص بڑا متقی اور پرہیز گار بننا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا بندہ بننا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑے بغیر نہ کوئی انسان عابد بنتا اور نہ اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا، اور نہ اس کو ترقی حاصل ہوتی، گناہوں کو چھوڑے بغیر نہ اس کو ولی کہا جاسکتا، اور نہ ہی متقی قرار دیا جاسکتا۔

لیکن آج کل عام طور پر گناہوں کے چھوڑنے کو عبادت نہیں سمجھا جاتا، اور جب کسی کے دل میں نیک بننے کا تقاضا پیدا ہوتا ہے، ولی بننے کا تقاضا پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا تقاضا پیدا ہوتا ہے، تو فوراً اسکی توجہ کچھ وظائف کی طرف، کچھ ذکر وغیرہ کے معمولات کی طرف، کچھ تسبیحات وغیرہ پڑھنے کی طرف چلی جاتی ہے اور کثرت سے نوافل پڑھنے، کثرت سے ذکر وتلاوت کرنے، کو ہی اصل مقصود سمجھ بیٹھتا ہے، اگرچہ یہ چیزیں عبادت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہیں، لیکن گناہوں کا ارتکاب کرنے کے مقابلے میں ان کی حیثیت کم ہے۔

نفلی اعمال کے ساتھ ساتھ گناہوں کے ارتکاب کی مثال

اس لئے کہ فرائض اور واجبات کے علاہ جو تلاوت، ذکر، تسبیحات اور نوافل وغیرہ ہیں، یہ نفلی درجہ کے اعمال ہیں، ان کا درجہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی دوا ہے، جو کہ انسان کی طاقت کے لئے اور بیماری کے ازالہ کے لئے تیار کی گئی ہے، اور ایک شخص بیماری سے افاقہ چاہتا ہے، تو وہ اگر دوا تو استعمال کرتا ہے، لیکن ساتھ ساتھ بد پرہیزی بھی کرتا ہے، جتنی وہ دوا استعمال کرتا ہے، اس کے مقابلے میں وہ بد پرہیزی بہت زیادہ کرلیتا ہے ،جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جتنا فائدہ اس دوا سے ہونا تھا، اس سے زیادہ نقصان بد پرہیزی سے ہوجاتا ہے، ایک طرف اپنی صحت چاہتا ہے اور اس کے لئے دوا دارو کا انتظام بھی کرتا ہے، لیکن دوسری طرف بد پرہیزی اتنی زیادہ کر لیتا ہے ، کہ جو بیماری کے اضافہ کرنے میں بہت اثر رکھتی ہے، اور ساتھ ساتھ بد پرہیزی اس دوا کے اثر میں رکاوٹ بھی پیدا کرتی ہے، تو ظاہر ہے کے ایسا شخص کہ جو بیماری دور کرنے کی دوا استعمال کر رہا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ بد پرہیزی بہت کثرت سے کر رہا ہے، تو ایسے شخص کو اپنا مقصود حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ ایک طرف تو بیماری بڑھانے میں اضافہ کرنے کے

اسباب اختیار کئے ہوئے ہے، دوسری طرف اس دوا اور اس علاج کے اثرات میں جو چیزیں معین اور مددگار تھیں، وہ چیزیں وہ اختیار نہیں کررہا، بلکہ اس کے برعکس اس نے رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں، اور دوسرا شخص وہ ہے جو دوا روزیادہ استعمال نہیں کرتا، سوکھی روکھی روٹی کھاتا ہے، دال روٹی سے اپنا گذر بسر کرتا ہے، لیکن بدپرہیزی نہیں کرتا، جو چیزیں بیماری کا ذریعہ بن جاتی ہیں، ان چیزوں سے پرہیز کرتا ہے، تو ایسے شخص کا دال روٹی کھانا اور سوکھی روٹی کھانا بھی اسکے حق میں فائدہ مند ثابت ہوگا۔

تو ان دونوں شخصوں میں جو فرق ہے وہی فرق ایسے دو اشخاص میں ہے، کہ ایک شخص نفلی نیک اعمال کثرت سے کرتا ہے، اور گناہ بھی کثرت سے کرتا ہے، اور دوسرا شخص وہ ہے کہ جو نیک اعمال کا فرض اور واجبات کی حد تک اکتفاء کر لیتا ہے، لیکن دوسری طرف گناہوں سے بچنے کا اہتمام بہت زیادہ کرتا ہے، تو جس طرح سے اس جسمانی علاج معالجے کا اصول اور قاعدہ ہے، اسی طریقے سے اس روحانی علاج معالجے کا بھی معاملہ ہے، حضور ﷺ نے واضح طور پر ارشاد فرمادیا، کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا متقی بننا چاہتا ہے، تو اسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچے۔

نفل عبادت کے ساتھ گناہ کرنے کی دوسری مثال

اس کو اللہ والوں نے ایک اور مثال سے اس طرح سمجھایا ہے کہ گناہوں سے بچنا ایک طرح کی دوا ہے اور نفل عبادت ایک طرح کی طاقت بخش غذا ہے، اور اگر مرض کا علاج نہ کیا جائے تو صرف طاقت دینے والی غذا فائدہ نہیں کرتی بلکہ الٹا نقصان کرتی ہے۔

نفل عبادت کے ساتھ گناہ کرنے کی تیسری مثال

نفل عبادت کے ساتھ گناہوں میں مبتلا ہونے کی ایک اور مثال اللہ والوں نے یہ بیان فرمائی ہے کہ گناہوں کا چھوڑنا ایک مضبوط بنیاد اور تعمیر کا درجہ رکھتا ہے اور نفل عبادت اس مضبوط عمارت پر رنگ وروغن کا درجہ رکھتی ہے، اگر بنیادیں مضبوط نہیں یا عمارت کا وجود نہیں تو صرف رنگ وروغن کسی مصیبت سے نہیں بچا سکتا، گناہوں سے توبہ کرنا دل کی صفائی اور ریگمال ہے اور نفل عبادت اس پر پالش ہے، میلا کپڑا اور زنگ آلود لوہا رنگ وروغن کو قبول نہیں کرتا، اس رنگ میں نہ چمک آئے گی اور نہ ہی پائیداری ہوگی، اس پر رنگ وروغن کرنا رنگ کی بے قدری ہے، پہلے گناہوں سے توبہ کرکے دل کو زنگ سے پاک وصاف کیجئے، اس کے بعد نفل عبادت کے انوار اور برکات کا مشاہدہ کیجئے۔

Iqra Gufran

نافرمانی کسے کہتے ہیں؟

اب رہا یہ کہ نافرمانی کسے کہا جاتا ہے، ہماری زبان میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بڑا چھوٹے کو کسی کام کا حکم دیتا ہے، کہ فلاں کام کر لیجیے لیکن وہ اس حکم کو نہیں مانتا، جو بڑا حکم دیتا ہے وہ اس کام کو نہیں کرتا یا بڑا کسی کام سے منع کرتا ہے، کہ یہ کام نہ کرو لیکن وہ اس کام کو کر لیتا ہے، تو دونوں چیزیں نافرمانی میں داخل ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے فرائض اور واجبات پر عمل کرنے کا، اگر بندہ فرائض اور واجبات پر عمل نہ کرے، تو یہ نافرمانی میں داخل ہے، اور اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کا حکم ہے گناہوں سے بچنے کا، اگر بندہ گناہوں سے نہ بچے بلکہ گناہوں کو اختیار کرے یہ بھی نافرمانی ہے، تو گناہ کہتے ہیں نافرمانی کو۔

نافرمانی کی قسمیں

اس سے معلوم ہوا کہ نافرمانی دو طرح سے ہوتی ہے ایک یہ کہ کسی چیز کا حکم دیا جائے مگر وہ اس چیز پر عمل نہ کرے، دوسرے یہ کہ جس چیز سے منع کیا جائے اس چیز سے باز نہ آئے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرائض اور واجبات کا حکم ہے، اور مستحبات کا حکم نہیں ہے، نوافل کا حکم نہیں ہے، ترغیب ہے، ذکر وتلاوت اور تسبیحات کرنے کا حکم نہیں ہے، بلکہ رغبت ضرور دی گئی ہے ترغیب دی گئی ہے، کہ یہ نفلی اعمال کئے جائیں تو ان پر اتنا اتنا اور ایسا ویسا اجر ہے، تو ایک تو نافرمانی اس صورت میں ہوگی کہ کوئی شخص فرائض اور واجبات پر عمل نہیں کرتا، دوسرا حکم گناہوں سے بچنے کا ہے تو دوسری طرح کی نافرمانی اس طرح ہوگی کہ کوئی گناہوں سے نہیں بچتا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عبادت گذار بندہ بن جائے، اللہ تعالیٰ کا قریبی بندہ بن جائے، تو اسے چاہیئے کہ وہ فرائض اور واجبات کے بعد محرمات اور گناہوں سے بچے۔

لیکن ہم میں سے کسی شخص کی توجہ توبہ کی طرف جاتی ہے، اور نیکی کی طرف جاتی ہے، تو فوراً وظائف اور تسبیحات ہمارے ذہن میں آجاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا طریقہ اور عابد بننے کا طریقہ یہ ہے کہ کثرت سے تلاوت کی جائے، کثرت سے نوافل پڑھے جائیں، اور کثرت سے مستحبات پر عمل کیا جائے، لیکن دوسری طرف گناہوں کا بھی دور چلتا ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے، اور عابد بننے میں رکاوٹ ہے۔

(جاری ہے......)

بسلسلہ: فقہی مسائل

مفتی محمد امجد حسین

پاکی ناپاکی کے مسائل

نجاست حقیقیہ کی دونوں اقسام نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ جن جن چیزوں میں پائی جاتی ہے ان چیزوں کا بیان اور ان نجاستوں سے آلودہ ہونے والی چیزوں کی انواع واقسام اور پھر ان کی پاکی کے مختلف النوع طریقے اور احکام کسی قدر تفصیل کے ساتھ پیچھے ذکر ہو چکے، جس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ پانی ہر قسم کی نجاستوں کی پاکی کا واحد ذریعہ نہیں بلکہ مختلف انواع واجناس کی چیزوں کی پاکی کے لئے پانی کے علاوہ دیگر متبادل شکلیں بھی موجود ہیں۔اس سے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری شائد نہ ہوگی کہ شریعت کے احکام میں کتنی سادگی اور فطری بے ساختگی ہے اور یہ کہ شریعت انسانوں کو قدم قدم پر کیسی کیسی آسانیاں اور رعایتیں فراہم کرتی ہے۔

آگے پانی کی اقسام اور ان کی پاکی ناپاکی کے احکام کا بھی قدرے تفصیل سے ذکر آرہا ہے لیکن اس سے پہلے نجاست حکمیہ کے متعلق احکام کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے تاکہ نجاست حقیقیہ کے ساتھ ساتھ نجاست کی اس دوسری بنیادی قسم نجاست حکمیہ کے ضروری احکام سے بھی تفصیلی آگاہی حاصل ہو جائے۔

نجاست حکمیہ کا تعارف اور اس کی اقسام

نجاست حکمیہ کا اجمالی تعارف اور اس کی اقسام اور نجاست حقیقیہ سے اس کا فرق تو اس مضمون کے بالکل آغاز میں ذکر ہو چکا ہے۔اختصاراً دوبارہ ذہن نشین کرلیں کہ نجاست حکمیہ کا تعلق صرف اور صرف انسان کے بدن کے ساتھ ہے اور بدن میں بھی یہ کسی ظاہری نجاست کا نام نہیں (کیونکہ وہ تو نجاست حقیقیہ ہے جس کے احکام پیچھے ذکر ہو چکے) بلکہ بدن کی بعض مخصوص حالتوں کا نام ہے کہ ان حالتوں میں شریعت بدن انسانی پر نجاست کا حکم لگاتی ہے اور بعض اعمال وعبادات اس حالت میں ممنوع قرار دیتی ہے، ان اعمال وعبادات کی قابلیت کے لئے مخصوص طریقے (غسل اور وضو) سے نجاست حکمیہ کو دور کرنے کا حکم دیتی ہے اور اس کے لئے ذریعہ طہارت بھی مخصوص ہے یعنی پاک پانی (جبکہ نجاست حقیقیہ کا ازالہ پانی کے علاوہ ہر بہنے والی سیال چیز سے بھی کیا جاسکتا ہے جیسے مٹی کا تیل، پٹرول، عرق گلاب وغیرہ) اگر پانی میسر نہ ہو یا اس کے استعمال سے معذوری ہو تو پھر اس کا بدل تیمّم ہے (لہٰذا پانی نہ ہو اور عرق گلاب مثلاً

موجود ہو تو اس کے استعمال سے نجاست حکمیہ دور نہ ہوگی، بے وضو ہی رہے گا پس نماز بھی نہ ہوگی بلکہ تیمّم ہی اس صورت میں متعین ہوگا) یہاں یہ ملحوظ رہے کہ چھوٹا بڑا پیشاب کرنے کے بعد پیشاب والی جگہ میں جو پائخانہ پیشاب لگا ہوا ہوتا ہے وہ نجاست حکمیہ میں نہیں آتا بلکہ نجاست حقیقیہ میں آتا ہے (کیونکہ یہ حسی نجاست ہے) لہٰذا اس کا ازالہ پانی کے علاوہ کسی اور پاک سیال (بہنے والی) چیز سے بھی کیا جاسکتا ہے بلکہ پیشاب گاہ پر یہ نجاست ایک خاص مقدار (ہتھیلی کی گہرائی کے بقدر) سے کم ہو تو پانی کا (یا کسی بہنے والی پاک چیز کا) استعمال بھی ضروری نہیں رہتا بلکہ ڈھیلے، پتھر، کنکر، ٹائلٹ پیپر وغیرہ سے اس مقام کو پونچھنا، سکھانا بھی کافی ہوجاتا ہے گو سنت پانی کے ساتھ دھونا ہی ہے لہٰذا جب استنجا کے لئے پانی یا پاک سیال چیز میسر نہ ہو اور نجاست بھی مخرج تک ہی محدود ہو تو ڈھیلے، ٹائلٹ پیپر وغیرہ سے استنجا پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔ مرد وعورت دونوں کے لئے یہی تفصیل ہے۔ نجاست حکمیہ کو شریعت کی زبان میں ''حدث'' بھی کہتے ہیں جس کی جمع ''احداث'' آتی ہے، ہم دیسی زبان میں اس کا ترجمہ بے وضگی سے کرسکتے ہیں۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کی اپنی کتابوں میں یہی اصطلاحات بالعموم چلتی ہیں یعنی احداث اور انجاس۔ نجاست حقیقیہ کو انجاس یا نجاسات اور نجاست حکمیہ کو احداث لکھتے، کہتے ہیں۔

احداث کی دوقسمیں ہیں **(الف)**......حدث اصغر (چھوٹی بے وضگی) **(ب)**......حدث اکبر (بڑی بے وضگی)

حدث اکبر کی پھر تین قسمیں ہیں **(ا)**...... جنابت **(ب)**......حیض (Mensis) **(ج)**......نفاس۔
حدث اصغر سے پاکی کا طریقہ وضو کرنا ہے اور حدث اکبر کی تینوں قسموں سے پاک ہونے کا طریقہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ سے غسل کرنا ہے۔ حدث اصغر اور حدث اکبر کی پہلی قسم یعنی جنابت، یہ مرد وعورت دونوں میں مشترک ہے جبکہ حدث اکبر کی باقی دو قسمیں حیض اور نفاس عورت کے ساتھ خاص ہیں۔

جنابت

جنابت کی حالت یہ ہے کہ مرد وعورت باہم مباشرت (جنسی عمل) کرلیں (اس عمل میں مرد کی پیشاب گاہ کی سپاری یعنی اوپر کا ٹوپی نما گول سرا عورت کی شرم گاہ میں پورا غائب ہوجائے) تو غسل واجب ہوجائے گا خواہ منی خارج ہو یا نہ ہو اور خواہ سپاری کے بعد مزید حصہ داخل ہو یا نہ ہو اسی طرح مرد کو یا عورت کو سوتے میں یا جاگتے میں احتلام ہوجائے، جوش سے منی خارج ہوجائے (جس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ لذت

کے ساتھ دفعۃً یکبارگی لیس دار پانی خارج ہوکر شہوت ٹھنڈی ہوکر سکون ہو جاتا ہے) تو بھی غسل واجب ہو جائے گا پس اگر شہوت کے بغیر ویسے ہی کسی وجہ سے منی خارج ہو یا شہوت اور جوش تو ہو لیکن یکبارگی کود کر منی خارج نہ ہو بلکہ قطرہ قطرہ منی نکلتی رہے لیکن اس نکلنے سے شہوت ٹھنڈی نہ ہو بلکہ اور بڑھے (جیسے میاں بیوی کے بوس و کنار کرتے وقت مباشرت سے پہلے پہلے عموماً ایسا ہوتا ہے) تو اس سے غسل واجب نہ ہوگا اگرچہ وضوٹوٹ جائیگا اور جسم یا کپڑے کے جتنے حصے پر یہ منی لگے گی اتنا حصہ بھی نجس ہو جائے گا اتنے حصہ کو دھونا پڑے گا، خوب سمجھ لو)

حیض

بالغہ، غیر آئسہ (یعنی بڑھاپے کی مایوسی والی عمر جس میں حیض منقطع ہو جاتا ہے) عورت کو ہر ماہ چھوٹے پیشاب کے راستے سے جو خون آتا ہے، اس کو حیض کہتے ہیں اس کی کم سے کم مدت تین دن رات (۷۲ گھنٹے) اور زیادہ سے زیادہ مدت ۱۰ دن رات ہوتی ہے۔ اس عرصہ میں عورت کو نماز اور روزہ معاف ہوتا ہے۔ روزہ کی تو بعد میں قضا لازم ہوتی ہے جبکہ نماز کی قضا بھی نہیں ہوتی۔ اور حیض شروع ہونے کے بعد حیض کے زمانے میں غسل معتبر نہیں یعنی اس غسل سے پاکی حاصل نہ ہوگی (گو صفائی ستھرائی حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں) جب تک حیض منقطع نہ ہو جائے، اسی طرح نفاس میں بھی یہی حکم ہے۔

نفاس

بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں۔ اس کی کم سے کم مدت مقرر نہیں ایک دن، گھنٹہ، منٹ بھی ہوسکتی ہے حتیٰ کہ یہ بھی ممکن ہے کہ بچے کی ولادت کے بعد خون بالکل نظر نہ آئے اور زیادہ سے زیادہ مدت اس کی چالیس دن رات ہے۔ اس میں بھی نماز روزے کا حکم وہی ہے جو حیض میں ہے (حیض نفاس کے مزید احکام آگے آئیں گے)

یہ حدث اکبر کی تینوں قسموں کی مختصر وضاحت تھی، اب حدث اصغر (یعنی چھوٹی بے وضگی) طاری ہونے کے اسباب بھی جان لئے جائیں۔

حدث اصغر

حدث اصغر یعنی آدمی کے بے وضو ہو جانے کے اسباب یہ ہیں:۔(۱) پیشاب کرنا، (۲) پائخانہ کرنا، (۳)

ان دونوں راستوں سے کسی بھی چیز کا نکلنا (مثلاً کنکر وغیرہ) (۴) ریح (ہوا) خارج ہونا، (۵) جسم کے کسی بھی حصے سے خون، پیپ وغیرہ کا نکل کر ایسے حصے کی طرف بہہ جانا جس حصے کا وضو یا غسل میں دھونا ضروری ہے (پس اگر خون، پیپ وغیرہ زخم، پھوڑے پر صرف ظاہر ہو جائے اور اس زخم وغیرہ کے اوپر اوپر رہے آگے پیچھے کو بہے نہ۔ یا بہہ تو جائے لیکن جس حصے کی طرف بہا ہے وہ حصہ وضو یا غسل میں دھویا نہ جاتا ہو جیسے آنکھ کے اندر خون اتر آئے اور پھر پوری آنکھ میں بہہ کر پھیل بھی جائے لیکن آنکھ سے باہر نہ آئے۔ یا کان کے اندرونی سوراخ میں خون وغیرہ پھیل جائے لیکن بیرونی سوراخ تک نہ آئے جہاں تک غسل میں دھویا جاتا ہے تو اس صورت میں وضو نہ ٹوٹے گا۔ حدث پیدا نہ ہوگا کیونکہ آنکھ کا اندرونی حصہ اور اس طرح کان کا اندرونی سوراخ وضو اور غسل دونوں میں دھویا نہیں جاتا) (۶) لیٹ کر، یا سہارا لگا کر سو جانا، (۷) بیہوش یا مدہوش ہو جانا، (۸) دیوانگی یا جنون طاری ہو جانا (یعنی کچھ دیر کے لئے بیہوشی، مدہوشی طاری ہو جائے یا مرگی وغیرہ کا دورہ پڑ جائے بعد میں پھر ہوش وحواس بحال ہو جائیں تو اگر پہلے باوضو تھا تو اس دیوانگی، مدہوشی وغیرہ سے وضو جاتا رہے گا) (۹) رکوع سجدے والی نماز میں عاقل، بالغ مرد یا عورت کا قہقہہ لگا کر (کھلکھلا کر) ہنس پڑنا۔ پس اگر باوضو ہونے کی صورت میں ان مذکورہ اسباب میں سے کوئی ایک بھی سبب پایا گیا تو وضو جاتا رہے گا۔

اس چھوٹی بے وضگی کی حالت میں نماز پڑھنا (خواہ کوئی بھی نماز ہو بمع نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کے) قرآن مجید کو چھونا (بغیر حائل، کپڑے وغیرہ کے) اور بیت اللہ شریف کا طواف کرنا یہ تین کام جائز نہیں، حدث اکبر یعنی بڑی بے وضگی کی تینوں اقسام میں ان تینوں کاموں کی ممانعت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی (بغیر چھوئے، زبانی بھی) تلاوت کرنا، مسجد میں داخل ہونا بھی ممنوع ہیں۔

حیض نفاس کی حالت میں مباشرت کرنا (اسی طرح عورت کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے بدن سے بغیر لباس، کپڑے کے لطف اندوز ہونا بھی) جائز نہیں (اس کے علاوہ عورت کے باقی بدن سے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ناف سے گھٹنوں تک کا بدن عورت کا کپڑے سے ڈھانپا ہوا ہو تو اس سے بھی لپٹ، چمٹ کر لطف اندوز ہوسکتا ہے، مباشرت نہیں کرسکتا اور اس حالت میں مرد کے ناف سے گھٹنوں تک کا بدن ڈھانپا ہونا ضروری نہیں)

یہ واضح رہے کہ احداث (خواہ چاروں میں سے کوئی سا بھی حدث ہو) سے پاکی کے لئے پانی نہ ہونے کی

صورت میں اس کا متبادل شریعت نے تیمّم رکھا ہے اور تیمّم میں تین فرض ہیں پہلی چیز پاکی حاصل کرنے کی نیت کرنا ہے (وضو کے برخلاف تیمّم میں نیت فرض ہے) دوسری چیز زمین (یا زمین کی جنس سے کوئی بھی پاک چیز) پر دونوں ہاتھ مار کر پورے چہرے کا مسح کرنا ہے اور تیسری چیز دوبارہ زمین پر ہاتھ مار کر انگلیوں کے پوروں سے لے کر کہنیوں سمیت پورے ہاتھ اور بازوؤں کا مسح کرنا ہے۔ یعنی وضو کی صورت میں چہرے اور بازو میں جہاں جہاں تک پانی پہنچایا جاتا ہے اس سب حصے پر مسح ہو جائے۔ بال برابر جگہ بھی بغیر ہاتھ پھیرے نہ رہے، آنکھوں کے کونے، ناک کے نیچے اوپر کا ہونٹ، نچلے ہونٹ کا سارا بیرونی حصہ (غرضیکہ پورا چہرہ) مسح سے گِھر جائے۔ اور تیمّم مٹی سے، پتھر سے، چونہ سے، ریت سے، اینٹ، کنکر سے ہوسکتا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں زمین کی جنس سے ہیں حتیٰ کہ کسی کپڑے وغیرہ پر گرد وغبار پڑا ہو کہ اگر اس پر ہاتھ رکھیں تو ہاتھ کی چھاپ گرد میں نمایاں ہو تو اس گرد پر بھی ہاتھ مار کر تیمّم کر سکتے ہیں اور پتھر، اینٹ وغیرہ پر تیمّم کے لئے کوئی گرد یا مٹی ہونا ضروری نہیں کیونکہ زمین کی جنس سے یہ ساری چیزیں بذات خود تیمّم کا آلہ ہیں لہٰذا ان پر ہاتھ مارنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پر کوئی مٹی وغیرہ بھی لگے بلکہ ہاتھ کی ضرب ان چیزوں پر پڑ جائے خواہ ہاتھ کے ساتھ کچھ بھی نہ لگے، یہی وجہ ہے کہ مٹی پر بھی ہاتھ ماریں تو ہاتھ اٹھانے کے بعد چہرہ پر پھیرنے سے پہلے ان کو معمولی طور پر جھاڑ بھی سکتے ہیں تاکہ اوپری مٹی جھڑ جائے۔ اور غسل و وضو دونوں کے بدلے میں تیمّم کا یہ ایک ہی طریقہ ہے یہ نہیں کہ جنابت، حیض ونفاس یعنی حدث اکبر کے لئے تیمّم کریں گے تو اس میں زیادہ اعضا پر مسح کرنا پڑے گا بلکہ چاروں احداث کے تیمّم میں بس یہی تین چیزیں ہیں۔ نیت اور دو ضربیں، ایک چہرہ کے لئے اور ایک بازوؤں کے لئے۔ (جاری ہے......)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط۱۴)

مشارکہ میں نقصان کی تفصیل

مشارکہ کی صحت کے لئے معاہدہ کرتے وقت منافع کے ساتھ ساتھ نقصان کے متعلق بھی صراحت و وضاحت ضروری ہے خواہ بظاہر نقصان ہونیکا خدشہ نہ بھی ہو۔ نفع کے برخلاف نقصان میں سرمایہ کے فیصدی تناسب کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر سرمایہ دوفریقوں یا سب فریقوں کا برابر برابر ہو تو نقصان بھی برابر برابر سب پر لوٹے گا، اسی طرح مثلاً ایک کا سرمایہ میں حصہ ۲۰ فیصد، دوسرے کا ۳۰ فیصد، تیسرے کا ۵۰ فیصد ہے تو نقصان بھی اسی تناسب سے ان سب کی طرف لوٹے گا۔ نقصان کے متعلق اس کے برخلاف معاہدہ میں کوئی شرط لگائی گئی تو اس سے شراکت کا یہ معاہدہ صحیح نہ رہے گا۔

(الربح علیٰ ما اصطلحا علیه والوضیعة علیٰ قدر المال)

پیچھے ہم ذکر کرآئے ہیں کہ منافع کی حتمی تعیین اور حساب مدت کے اختتام پر ہی ہو سکے گا۔ اس کی ایک وجہ نقصان ہونے کا احتمال بھی ہے۔ فرض کریں مدت شراکت دوسال پر ختم ہو رہی ہے اور اس دوسال کے دوران ماہ بماہ حاصل شدہ منافع تقسیم کیا جاتا رہا لیکن آخری دنوں میں نقصان ہوگیا مثلاً خدانخواستہ چوری ہوگئی، ڈاکہ پڑگیا، آگ لگ گئی یا اور سو قسم کی آفات ہیں۔ ایسی کوئی بھی افتاد پڑ گئی جسکی وجہ سے کم یا زیادہ نقصان ہوگیا تو اب نقصان پہلے اس منافع پر لوٹے گا۔ اگر نقصان بعض یا کل منافع تک محدود رہا تو اس منافع سے ہی نقصان پورا کرلیا جائے گا اور منافع کے فیصدی تناسب سے ہٹ کر ہر شریک کے سرمایہ کے تناسب سے اس پر نقصان عائد ہوگا اور اگر منافع سے نقصان بڑھ جائے تو پھر اصل سرمائے پر بھی نقصان لوٹے گا۔ پس اگر دو شریکوں نے مشارکہ کا دوسال کے لئے معاہدہ کرکے آدھا آدھا سرمایہ شامل کرکے کاروبار شروع کیا اور نفع میں ایک کا حصہ ساٹھ فیصد اور دوسرے کا چالیس فیصد باہمی رضامندی سے طے ہوگیا اور ماہ بماہ اس تناسب سے نفع تقسیم ہوتا رہا اس طرح مدت کے ختم ہونے کے قریب قریب عرصے تک ایک کے پاس منافع کی مد میں مثلاً ساٹھ ہزار اور دوسرے کے پاس چالیس ہزار رقم آچکی ہے اس کے بعد ایک لاکھ کا نقصان ہوگیا تو اب مدت کے اختتام پر جب حساب کریں گے تو نقصان کو پہلے منافع

کی طرف لوٹائیں گے اور نقصان چونکہ پورے منافع کو گھیر رہا ہے لہٰذا اس منافع سے نقصان پورا کریں گے اور نقصان میں چونکہ ہر شریک کی سرمایہ کاری کے تناسب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور سرمایہ دونوں کا برابر ہے لہٰذا نقصان بھی برابر برابر تقسیم ہوگا یعنی پچاس پچاس ہزار۔

شراکت میں کن چیزوں کی سرمایہ کاری کی جا سکتی ہے؟

احناف اور بعض دیگر فقہاء بھی اس بات کے قائل ہیں کہ سرمایہ زر (نقدی، کرنسی) کی شکل میں ہونا ضروری ہے۔ کہ شراکت داری کے لئے نقد رقم شامل کی جائے پھر جو کاروبار، بیوپار کرنا ہے اس رقم سے وہ مال خرید لیا جائے۔

البتہ اشیاء میں سے وہ اشیاء جو ذوات الامثال ہیں (جیسے اناج، غلے وغیرہ) وہ اس طور پر شامل کی جائیں کہ سب شرکاء یہ ذوات الامثال اشیاء جمع کر کے خلط ملط کر لیں کہ ایک کی چیز دوسرے سے ممتاز نہ ہو سکے تو اس طرح خلط ملط کرنے کے بعد ان ذوات الامثال اشیاء میں بھی شراکت ہو سکتی ہے۔ [۱]

مشارکہ میں محنت میں حصہ لینا

مشارکہ میں اس تجارت یا کاروبار کو چلانے کے لئے محنت اور انتظام کرنے کی درج ذیل جائز شکلیں ہو سکتی ہیں

(ا)......شرکاء میں سے کوئی بھی کام نہ کرے۔ تنخواہ پر ملازم اور کارکن (سیلز مین، منیجر، اکاؤنٹنٹ وغیرہ) رکھیں۔ اس صورت میں ملازمین کی تنخواہیں وغیرہ اصل اخراجات میں شامل ہوں گی، باقی اخراجات کی طرح یہ تنخواہیں اور اجرتیں بھی نکال کر اس کے بعد منافع کی تقسیم و تعیین ہوگی۔

(ب)......سب شرکاء محنت اور انتظام میں حصہ لیں اور کاروبار کو چلائیں۔ اس صورت میں جتنا منافع ہوگا باہم مقررہ تناسب سے آپس میں تقسیم ہو جائے گا۔ یہ منافع سرمایہ اور محنت دونوں کا بدل بن جائے گا۔ الگ سے تنخواہ نکال کر پھر منافع تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بظاہر ایسا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ رہا یہ کہ اگر کسی کی محنت زیادہ ہو کسی کی کم یا صلاحیت و تجربہ کام کرنے کا مختلف ہو تو یہ امور باہم تقسیمِ منافع کے تناسب کی تعیین کے وقت ملحوظ رکھے جا سکتے ہیں۔ ان سب باتوں کی رعائت رکھتے ہوئے سب شریک

---

[۱] بعض فقہاء کے نزدیک (جیسے امام مالک علیہ الرحمہ) ہر قسم کی اشیاء میں مشارکہ کر سکتے ہیں خواہ ذوات الامثال ہوں یا ذوات القیم۔ پس جدید کاروباری شکلوں میں کبھی ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے کہ ذوات القیم قبیل کی اشیاء میں مشارکہ کرنا پڑے تو باقی شرائط کی رعایت کرتے ہوئے اس معاملے میں ان فقہاء کے مذہب کی رو سے ملنے والی اس گنجائش سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے (امداد الفتاویٰ بحوالہ اسلامی بینکاری کی بنیادیں)

فریقوں کا منافع میں حصہ مقرر کیا جائے۔شروع میں شراکت کا جو معاہدہ ہو اس میں یہ سارے امور پہلے ہی واضح اور صاف ہو جانے چاہئیں۔منافع کے تناسب کی تعیین کے لئے صرف سرمایہ کو ہی نہ دیکھا جائے بلکہ شرکاء اگر کام بھی کریں گے تو ان کی محنت اور صلاحیت کو بھی ملحوظ رکھ کر نفع کا تناسب طے کیا جا سکتا ہے۔ اور جب سب شریک سرمایہ کاری کے ساتھ کاروبار کا انتظام اور کام بھی خود کریں گے تو ہر شریک باقی سب کی طرف سے وکیل بھی سمجھا جائے گا یعنی ہر شریک جو بھی کام کرے گا وہ سب کی طرف سے شمار ہوگا۔خرید وفروخت، لین دین وغیرہ میں ہر ایک باقیوں کی طرف سے نمائندہ اور وکیل شمار ہوگا۔

(ج)......کوئی ایک شریک یا بعض شرکاء کام کریں باقی نہ کریں، اس صورت میں معاہدہ کی روء سے کام، خدمات، منیجمنٹ جس کے لئے یا جن کے لئے طے ہوگئیں وہی یہ امور سرانجام دیں گے۔اس تیسری صورت میں غیر عامل شریک یا شرکاء کا نفع میں حصہ ان کی سرمایہ کاری کے تناسب سے مقرر کیا جائے گا، سرمایہ کے تناسب سے زیادہ نفع ان کے لئے مقرر کرنا درست نہ ہوگا۔مثلاً غیر عامل شریک جو منیجمنٹ اور خدمات میں شامل نہیں، سرمایہ میں اگر اس کا حصہ نصف یعنی پچاس فیصد ہے تو نفع میں اس کا تناسب پچاس فیصد سے زیادہ مقرر کرنا جائز نہیں۔باقی عاملین یعنی کاروبار کو چلانے والے انتظام کرنے والے شرکاء کی خدمات کی وجہ سے یا تو نفع میں ان کا فیصدی تناسب غیر عامل شریکوں سے زیادہ رکھ لیا جائے یا خدمات کا عوض الگ سے اجرت اور تنخواہ کی شکل میں ان کے لئے مقرر ہو جائے اور منافع میں حصہ صرف سرمائے کی بنیاد پر مقرر ہو جائے۔اس صورت میں تنخواہ اصل اخراجات میں شمار ہوگی اور یہ تنخواہ نکال کر منافع کا حساب ہوگا۔

مشارکہ کو ختم کرنا

شرکاء میں سے کوئی شریک مشارکہ سے الگ ہونا چاہے تو باقی شرکاء کو اطلاع دیکر وہ مشارکہ سے نکل سکتا ہے۔اس صورت میں اگر مشارکہ کا سرمایہ، اثاثے ابھی نقد رقم کی شکل میں ہوں (کہ مثلاً کاروبار ابھی شروع نہیں کیا، مال نہیں خریدا یا یہ کہ ایک دفعہ مال خرید کر بیچا جا چکا اور سرمایہ واپس نقدی کی شکل میں آ گیا) تو سرمایہ شرکاء کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر دیا جائے (پھر جو شریک الگ ہونا چاہے الگ ہو جائے اور جو مشارکہ کو جاری رکھنا چاہیں وہ دوبارہ باہم معاہدہ ساری تفصیلات کو ملحوظ رکھ کر طے کر لیں) اور اگر سرمایہ نقد شکل میں نہیں (بلکہ اس سے سامان تجارت یا مشینری وغیرہ آلات تجارت خرید لئے گئے)

تو اب اگر کوئی شریک مشارکہ سے نکلنا چاہے تو شرکاء باہم مشاورت سے یا تو سرمایہ کو دوبارہ نقد کی شکل میں لے آئیں (یعنی خریدا ہوا مال بیچ کر رقم حاصل کر لیں) یا اس سامان کو باہم اپنے اپنے سرمایہ کی مالیت کے بقدر تقسیم کر لیں پھر جو الگ ہونا چاہے وہ الگ ہو جائے۔ اگر اتفاق نہ ہو سکے کہ کچھ نقد کی شکل میں لا کر تقسیم کرنا چاہیں اور کچھ اس سامان کو ہی تقسیم کرنا چاہیں تو اس صورت میں ان کی بات کو ترجیح دی جائے گی جو نقد شکل میں لائے بغیر اثاثہ جات کو موجودہ سامان کی شکل میں تقسیم کرنا چاہتے ہوں۔

کوئی شریک فوت ہو جائے

مشارکہ کا کوئی شریک مدت شراکت میں فوت ہو جائے تو اس مرنے والے کے ساتھ مشارکہ کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے ورثاء کو اب اختیار ہوگا چاہیں تو مرنے والے کا حصہ واپس لے لیں اور چاہیں تو مشارکہ کے اس معاہدہ کو جاری رکھیں (اور مرحوم کا حصہ ورثاء کی طرف میراث کے اصولوں کے مطابق منتقل اور تقسیم ہوگا)

جاری کاروبار سے کسی شریک کا نکلنا

اگر کاروبار مشارکہ کی بنیاد پر جاری ہے۔ شرکاء اس کو ختم نہیں کرنا چاہتے لیکن کوئی ایک آدھ شریک اس مشارکہ سے نکلنا چاہتا ہے تو اس صورت میں بھی کاروبار ختم کرنا ضروری نہیں بلکہ باہمی رضامندی سے اس شریک کے حصہ کی موجودہ قیمت لگا کر کوئی ایک شریک یا ایک سے زیادہ یا سب مشترکہ طور پر اس کا حصہ خرید لیں اور اس کو رقم دے کر الگ کر لیں۔ پھر اس کا حصہ اور آئندہ اس کا منافع خریدنے والوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اگر مشارکہ کی بنیاد پر کاروبار شروع کرتے وقت بعد میں کسی شریک کی طرف سے چلتے کاروبار سے الگ ہونے یا کاروبار کی تقسیم پر اصرار کرنے کا خدشہ ہو جس کی وجہ سے مختلف شرعی و انتظامی الجھنیں پیش آ سکتی ہیں (خصوصاً کاروبار جب بڑا ہو) تو اس خطرے کی پیش بندی کے لئے شروع میں ہی معاہدے میں ایسی شرط لگانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ جس کی روء سے کسی شریک کا ایسا اقدام باقی سب یا اکثر شرکاء کی رضامندی کے ساتھ مشروط کر دیا جائے اور نیز یہ کہ ایسی صورت میں وہ اپنا حصہ دوسرے شرکاء کو بیچنے کا پابند ہوگا کاروبار کی تقسیم یا سب اثاثوں کو دوبارہ نقد (سیال) شکل میں لانے پر اصرار نہیں کر سکے گا۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتھم نے بعض فقہاء کی صراحتوں کی روشنی میں جدید کاروباری الجھنوں میں آغاز معاملہ میں ہی ایسی شرط لگانے کی گنجائش کی طرف اشارہ کیا ہے

(ملاحظہ ہو اسلامی بینکاری کی بنیادیں) (جاری ہے............)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت

مولانا محمد ناصر

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط ۸)

بچوں کی تعلیم کی ابتداء کب اور کس علم سے کی جائے؟

والدین پر اولاد کی تربیت کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ بچوں میں جب کچھ سوچنے سمجھنے اور بات یاد کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اُنہیں ابتدائی طور پر گھر میں رہتے ہوئے والدین اور دوسرے سرپرست حضرات کلمۂ طیبہ، نماز سکھانا شروع کر دیں اور ساتھ ہی تھوڑی تھوڑی قرآن مجید کی تعلیم دینا بھی شروع کر دیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَدِّبُوْا اَوْلاَ دَکُمْ عَلیٰ ثَلاَثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِیِّکُمْ، وَحُبِّ أَهْلِ بَیْتِهٖ، وَقِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ فَاِنَّ حَمَلَةَ الْقُرْآنِ فِیْ ظِلِّ اللهِ یَوْمَ لاَظِلَّ اِلاَّ ظِلُّهٗ مَعَ اَنْبِیَائِهٖ وَأَصْفِیَائِهٖ

(کنز العمال، حدیث نمبر ۴۵۴۰۹ بحوالہ ابو نصر عبدالکریم الشیرازی فی فوائدہ، الجامع الصغیر حدیث نمبر ۲۶۴ ا بحوالہ ایضاً،مسند الفردوس للدیلمی، ابن نجار عن علی)

ترجمہ: ’’اپنی اولاد کو تین خصلتوں کا ادب سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت، اور اس کے اہلِ بیت (بیویوں اور سب اولاد) کی محبت، اور قرآن کی قراءت؛ کیونکہ بے شک حفاظِ قرآن اللہ تعالیٰ کے سایہ میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اصفیاء (پاک باز افراد) کے ساتھ ہوں گے، جس دن اللہ (کے عرش) کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا‘‘ (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں والدین پر اولاد کو ادب سکھانا اولاد کا حق بتلایا گیا ہے۔

لہٰذا جس طرح اولاد کے ذمہ والدین کے حقوق ہیں، اسی طرح والدین پر بھی اولاد کے حقوق ہیں، کہ وہ اولاد کی اچھی تربیت کریں، انہیں اسلام کے عقائد اور اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔

اور جو والدین اولاد کے ان حقوق سے لاپرواہی اور غفلت برتتے ہیں، اور اولاد کو اسلام کی تعلیم نہیں دِلاتے، اُن کا یہ عمل بُرا ہے۔ اور اکثر اولاد کا والدین کے ساتھ نافرمانی کا برتاؤ اولاد کو اسلامی تعلیم وتربیت نہ سِکھلانے کے سبب سے ہوتا ہے (فضائل حفظ القرآن صفحہ ۴۸، ۴۹، بتغیر)

اور اگر اولاد کے ان حقوق کو ادا کیا جائے تو جس طرح بچوں کا مستقبل روشن ہوگا اسی طرح بچوں کے ساتھ والدین کو بھی اس ذمہ داری کے ادا کرنے سے دنیا اور آخرت کے بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔

اس سلسلہ میں پہلا مرحلہ بچہ کی عمر سے متعلق ہے کہ بچے کی تعلیم کی ابتداء کب اور کس عمر میں کی جائے؟

Idara Ghufran

اس بارے میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے چند فرمودات نقل کیے جاتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ ضروری چیز کے لیے یعنی نماز کے لیے سات برس (یعنی سات سال) قرار دیے ہیں (یعنی بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم کیا جائے) تو میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہی عمر پڑھنے کے لیے بھی مناسب ہے، البتہ زبانی تعلیم اور (ضروری باتیں نماز وغیرہ) یاد کرادینا یہ پہلے ہی سے جاری رکھے (تحفۃ العلماء جلد ا صفحہ ۳۵، مضامین علوم وفنون اور نصابِ تعلیم)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ جب اولاد دے، اور وہ سیانی (یعنی سمجھ دار) ہونے لگے تو سب سے اوّل اس کو کلمۂ توحید سکھلا دے، پھر اس کو ضروری آداب کی تعلیم کرے (اصلاحِ انقلابِ امت حصہ دوم، صفحہ ۲۰۳)

ایک موقع پر فرماتے ہیں:

جب بچہ سیانا ہو جائے، اس کو نماز کی سورتیں اور دُعائیں زبانی یاد کرائے، اور نماز پڑھائے، اور لڑکی ہو تو اس کو پردہ میں بٹھلائے (ایضاً صفحہ ۲۰۵)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

جب (بچہ) مکتب میں جانے کے قابل ہو جائے (تو) اوّل (بچے کو) قرآن مجید پڑھواؤ (ایضاً صفحہ ۲۰۷)

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:

سب سے پہلے مسلمان کے بچّے کو قرآن پڑھانا چاہیے، کیونکہ تجربہ ہے کہ تھوڑی عمر میں علوم حاصل کرنے کی استعداد (یعنی صلاحیت) تو ہوتی نہیں، تو قرآن مفت میں برابر پڑھ لیا جاتا ہے، ورنہ وہ وقت بیکار ہی جاتا ہے (تحفۃ العلماء جلد ا صفحہ ۳۵، مضامین علوم وفنون اور نصابِ تعلیم)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ضروریاتِ دین کی تعلیم (پہلے) ہونی چاہیے، خواہ اُردو میں ہو، یا عربی میں مگر انگریزی سے قبل؛ کیونکہ پائیدار نقشِ اول (شئ) کا ہوتا ہے۔

یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آنکھ کھولتے ہی انگریزی میں ان کو لگا دیا جائے، پہلے قرآن شریف پڑھاؤ، اگر پورا نہ ہو تو دس پارے ہی سہی، اور اس کے ساتھ ہی روزانہ تلاوت کا بھی اہتمام رکھو اور اس کے بعد مسائلِ دین کے کچھ رسائل کسی عالم سے پڑھاؤ، اگرچہ اردو ہی میں ہو، اس کے بعد اگر معاشی ضرورت مجبور کرے تو انگریزی بھی پڑھا دو، لیکن اس کے ساتھ

ہی اگر دین کے خلاف اس میں کوئی بات پیدا ہو تو فوراً اس کو تنبیہ کرو، اگر باز نہ آئے تو انگریزی چھڑا دو (تحفۃ العلماء جلد ا صفحہ ۳۴۳و۳۴۴، مضامین علوم وفنون اور نصابِ تعلیم)

حکیم الامت کے مذکورہ فرمودات سے معلوم ہوا کہ بچوں کی تعلیم کی ابتداء کلمۂ طیبہ، نماز اور قرآن مجید سے کی جائے، اور بچوں میں سمجھ داری پیدا ہونے کے بعد اُن کو سب سے پہلے قرآن مجید پڑھنے پر لگایا جائے، اور سات سال کی عمر میں تعلیم کی ابتداء کرانے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے بچے کو فارغ رکھا جائے، بلکہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے خود ہی فرمادیا کہ زبانی تعلیم ،کلمہ اور نماز وغیرہ سے متعلق ضروری باتیں سات سال کی عمر سے پہلے بھی بچوں کو بتائی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح بچوں کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے جن بچوں کا ذہن اچھا ہو، اُنہیں قرآن مجید حفظ کرانا شروع کیا جاسکتا ہے۔

بچوں کو قرآن مجید حفظ کرانے سے خود بچوں کو تو اس کا فائدہ ہوگا ہی، ساتھ میں بچوں کے والدین کو بھی بہت سے فوائد حاصل ہوں گے۔ چنانچہ کئی احادیث میں حضور ﷺ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے مختلف فضائل بیان فرمائے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لِحَامِلِ الْقُرْآنِ اِذَا عَمِلَ بِهٖ فَأَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ، شَفَعٌ فِیْ عَشْرَةٍ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْهُ النَّارُ (کنز العمال، حدیث نمبر ۲۳۲۷، بحوالہ طبرانی عن جابر)

ترجمہ: ’’حاملِ قرآن (یعنی حافظِ قرآن) جب قرآن مجید پر عمل کرے، اور قرآن مجید کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام (عقیدے اور عمل کے اعتبار سے) سمجھے؛ تو حافظِ قرآن کو اُس کے گھر کے اُن دس افراد کے لیے قیامت کے دن شفاعت (اور سفارش) کا حق دیا جائے گا جن کے لیے جہنّم واجب ہوچکی ہوگی‘‘ (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو قرآن کا حافظ قرآن مجید کے احکام پر عمل بھی کرتا ہے، تو اس کو قیامت کے دن اپنے اُن دس رشتہ داروں کی جن پر جہنّم واجب ہوچکی تھی، جنت میں لے جانے کی شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ لہٰذا اپنی اولاد کو قرآن مجید کا حافظ اور اس کا عامل بنادینے سے قیامت کے دن اپنے لیے شفاعت کا مضبوط سبب حاصل کیا جاسکتا ہے، اور بعض دوسری احادیث میں ہے کہ قرآن مجید کے حافظ کے والدین کو قیامت کے دن بڑے اعزاز اور اکرام سے نوازا جائے گا۔

چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهٗ أَحْسَنَ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَاظَنُّكُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِهٰذَا

(ابو داؤد واللفظ لہٗ، باب فی ثواب قراءۃ القرآن، ومسند احمد، مستدرک حاکم)

ترجمہ: ''جس نے قرآن پڑھا اور اُس پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنائیں گے جس کی روشنی اس سورج کی روشنی سے زیادہ خوبصورت ہے، جو دنیا کے گھروں میں ہے، اگر وہ تاج تم میں ہوتا۔ تو اس شخص کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جس نے (قرآن کو پڑھا اور) اُس پر عمل کیا'' (ترجمہ ختم)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے بھی بچوں کو قرآن مجید حفظ کرانے کی رائے دی ہے: لہٰذا جن بچوں کا ذہن اچھا ہو انہیں قرآن مجید حفظ کرا دیا جائے۔ ایک موقع پر فرماتے ہیں:

سب سے اول قرآن شریف پڑھوائے، اگر دماغ متحمل ہو تو حفظ کرانا افضل ہے، ورنہ ناظرہ ہی سہی، مگر صحیح خواں (صحیح پڑھانے والے) سے پڑھوائے (اصلاحِ انقلابِ امت حصہ دوم، صفحہ ۲۰۵)

اور جن بچوں کا ذہن زیادہ تیز نہ ہو انہیں بھی قرآن مجید کی تعلیم ضرور دینی چاہیے، اور حفظ نہ ہو سکے تو ناظرہ یعنی دیکھ کر ہی قرآن مجید پڑھوا دیا جائے، بہر حال بچے کو قرآن مجید کی تعلیم ضرور دی جائے۔

اور بروقت بچے کی صلاحیت سے فائدہ اُٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ اُسے چھوٹی عمر میں ہی قرآن مجید کی تعلیم دِلوا دی جائے، ورنہ جیسے جیسے بچے کی عمر بڑھتی جاتی ہے، ذہن میں مختلف سوچیں پیدا ہونے اور خالی ذہن مختلف سوچوں سے پُر ہونے کی وجہ سے قرآن مجید حفظ کرنے کی صلاحیت میں کمی آتی رہتی ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بعض لوگ بڑی عمر کے بھروسے پر کہ یہ (یعنی بچہ بڑا ہو کر) خود پڑھ لے گا (اس بھروسے پر وہ چھوٹی عمر میں اپنے بچوں کو قرآن) نہیں پڑھاتے۔

سو مشاہدہ ہے کہ زیادہ عمر ہو جانے کے بعد نہ خیالات میں وہ اجتماع (یکسوئی کا مادہ) رہتا ہے، نہ اس قدر وقت ملتا ہے، نہ وہ سامان بہم پہونچتے ہیں، فکرِ معاش الگ ستاتی ہے، اہل وعیال کا جھگڑا الگ چلتا ہے، خیالات میں انتشار پیدا ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اتنے موانع (اور رُکاوٹوں) کے بعد کچھ بھی نہیں ہو سکتا (تحفۃ العلماء جلد ۱ صفحہ ۳۵، مضامین علوم وفنون اور نصابِ تعلیم)

حفظ کرنے سے کیا دماغ کمزور ہوتا ہے؟

قرآن مجید کے حفظ کرنے کا تعلق سمجھنے سے نہیں بلکہ زبانی یاد رکھنے سے ہے؛ اور بچوں کا ذہن کیونکہ سوچوں سے پاک اور صاف ہوتا ہے، اس لیے چھوٹی عمر میں قرآن مجید آسانی سے، جلدی اور اچھا حفظ

ہو جاتا ہے، اور ذہن بھی کمزور نہیں ہوتا۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حفظ کرنے سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے، اس لیے ہم اپنے بچوں کو حفظ نہیں کراتے، کیونکہ کمزوریِ دماغ کے بعد وہ کسی دوسرے کام کے نہیں رہتے۔

اس کے جواب میں ڈاکٹر کا قول نقل کر دینا کافی ہے، ایک ڈاکٹر نے مجھ سے کہا ہے کہ دماغ صرف قوۃِ فکریہ (افکار کے ہجوم) سے کمزور ہوتا ہے، کیونکہ حفظ دماغ کی اصلی ریاضت نہیں، وہ صرف زبان کی ریاضت ہے، اور دماغ کی ریاضت غور فکر ہے، تو حفظ سے دماغ نہ تھکے گا اگر تھک سکتی ہے تو زبان؛ اور زبان تھکتی نہیں۔ دوسری بات انہوں نے یہ بھی کہی کہ قرآن اس وقت یاد ہو جاتا ہے کہ بچہ اس وقت تک کچھ بھی نہیں کر سکتا یعنی اس کے دماغ میں کسی کام کے کرنے اور غور فکر کی قابلیت ہی نہیں ہوتی، اور اگر زبردستی اس وقت کسی دوسرے کام میں لگا دیے جاتے تو مضرتیں (یعنی نقصانات) اُٹھاتے ہیں۔ اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ دماغ کمزور ہو جائے گا تو میں کہتا ہوں کہ دماغ ساری عمر اپنے لیے اس کو صَرف کیا جائے اور خداتعالیٰ کے لیے دو چار سال بھی نہ دیے جائیں (تحفۃ العلماء جلد ا صفحہ ۱۷ و ۱۸، باب نمبر ا، فصل نمبر ۳)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

یہ حضرات غور فرمائیں کہ حفظ کرنے میں اگر اعتدال کے ساتھ مشقت ہو تو اس میں دماغ کا زیادہ کام نہیں، زیادہ کام ذہانت کا ہے، جیسا کہ ایک ڈاکٹر نے بھی بیان کیا۔

البتہ کسی قدر اشتراک قوتِ حافظہ کا ہے، جو کہ قویٰ دماغیہ (دماغی قوت) سے ہے، سو حکماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ جس قوۃ سے اعتدال کے ساتھ کام لیا جائے، تو وہ اس کی ریاضت (ورزش) ہے، اور اس ریاضت سے اس قوت میں ترقی ہوتی ہے، سو اس بناء پر تو ''حفظِ قرآن سے قوتِ حافظہ بڑھے گی، جو آگے علومِ معاشیہ میں کام دے گی'' اور اس حافظہ کے بڑھ جانے سے دوسرے علوم میں دوسرا شخص جو کام چھ ماہ میں کر سکتا ہے، یہ شخص اتنا کام چار ماہ میں کر سکے گا؛ سو حفظِ قرآن میں اتنی مدت بھی صرف (خرچ) نہ ہوگی، جتنی کفایت آگے نکل آئے گی......! البتہ جس کو حفظ سے مناسبت ہی نہ ہو، اس کا ذکر نہیں ہے، ایسے شخص کے لیے حفظ کرانے کا ہم بھی مشورہ نہیں دیتے (اصلاحِ انقلابِ امت حصہ اول، صفحہ ۳۸ و ۳۹) (جاری ہے......)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

حکیمُ الامت کی حکیمانہ باتیں (دوسری وآخری قسط)

مؤرخہ ۲۸/ ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ بمطابق 27/ مئی 2006ء بروز ہفتہ صبح کے وقت حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ادارہ غفران، راولپنڈی میں تشریف لائے اور دارالافتاء، دیگر کارکنان اور بعض احبابِ ادارہ کے لیے قیمتی نصائح ارشاد فرمائیں؛ ان نصائح کو مولانا محمد ناصر صاحب نے محفوظ ونقل کیا، اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے (ادارہ......)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علماء کے لئے ایک نصیحت

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ عوام ہی کیا علماء کے لیے بھی اُصول مرتب فرما گئے ہیں، علماء کے لیے بھی زیادہ غامض اور بڑی تدقیقات اور تحقیقات میں خصوصاً جبکہ ضرورت کی بھی نہ ہوں، پڑنا پسند نہیں فرمایا، اور غلو سے حضرت نے منع فرمایا، غلو ہر چیز میں مضر ہے، علم میں بھی، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے حجاب بن جاتا ہے۔

حضرت کا مشہور ملفوظ ہے کہ ایک صاحب قضاء وقدر کی تحقیق کررہے تھے، ایک عالم نے اپنا ایک اشکال رفع کرنے کے لیے حضرت کی ایک مجلس میں اپنا اشکال پیش کرنے کی اجازت چاہی، تو جواب تو حضرت نے اُن کے اشکال کا دیدیا اور پھر وہ مشہور فقرہ بھی ہے، کہ:

مسکِت تو ہے یہ جواب، مسقِط نہیں

اور پھر فرمایا کہ مولوی صاحب! یہ حضرت کا خاص انداز تھا اکثر کسی کے اشکالات کا جواب دینے کے بعد تھوڑا تأمل کرتے تھے، پھر ایک بڑی نصیحت فرماتے تھے، فرمایا:

کہ یہ تحقیقات اور تدقیقات وہاں کام نہیں آئیں گی؛ وہاں اللہ کی محبت کام آئے گی۔

تو خواجہ صاحب نے جس مجلس میں یہ بات ہوئی تھی، اُس میں پوچھا کہ حضرت اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟

فرمایا کہ جنہوں نے اپنے دلوں میں محبت پیدا کرلی ہے، اُن کی جوتیوں میں پڑ جاؤ۔

پھر وہ شعر پڑھا: ؎

قال را بگذار و مردِ حال شو　　　پیشِ مردِ کاملے پامال شو

دیکھیئے! حضرت والا کی عجیب ہستی تھی، کہ نفوس کی بھی رگڑائی ہو رہی ہے، سوالوں کے جواب بھی دیے جا رہے ہیں، خطوط کے جواب بھی لکھے جا رہے ہیں، تصنیفات و تالیفات کا کام بھی ہو رہا ہے۔

دین کی تبلیغ کا انداز

حضرت والا کی تبلیغ کا بھی عجیب انداز تھا، حکمت وبصیرت اور موعظتِ حسنہ کی بڑی رعایت تھی۔

حضرت کا ایک واقعہ ہے کہ ایک سفر میں ریل میں خواجہ صاحب بھی بیٹھے تھے اور ایک صاحب اور بھی تھے جو حضرت کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے بہت باتیں کر رہے تھے، اور حضرت ان سے بڑی توجہ کے ساتھ اور بہت خندہ پیشانی سے گفتگو فرما رہے تھے، جب مغرب کی نماز کا وقت قریب آیا تو سب نے تیاری کری، کچھ لوگوں نے وضو کرنا تھا تو سب نے مغرب کی نماز پڑھی۔

نماز پڑھ کر جب حضرت واپس اپنی سیٹ پر آئے تو وہ صاحب جو مسلمان تھے، اور حضرت نماز سے پہلے ان سے خندہ پیشانی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے، بغیر نماز پڑھے بیٹھے رہے، نماز کے بعد حضرت نے اسی خندہ پیشانی سے ان کے ساتھ گفتگو کی، کوئی تنقیح نہیں کری، کہ آپ نے نماز کیوں نہیں پڑھی، اُسی بشاشت کے ساتھ گفتگو کرتے رہے، تو خیر جس اسٹیشن پر انہیں اُترنا تھا، اس اسٹیشن پر وہ صاحب اُتر گئے، اور چلے گئے، تو مجھ سے بھی تھانہ بھون کے ایک دوست نے بیان کیا، کہ اُن سے اُن صاحب نے کہا کہ حضرت مجھ سے اسی بشاشت اور اسی دلچسپی سے کلام کرتے رہے تو اگر اس وقت مجھ سے حضرت نماز کا فرماتے تو میں پڑھ لیتا لیکن بعد میں پھر نہ پڑھتا، لیکن اب حضرت کی اس خاموشی سے اور مجھے کچھ نہ کہنے سے ایسا اثر ہوا کہ وہ بڑے پکے نمازی ہو گئے۔ دیکھئے یہ بھی حضرت کی تبلیغ کا ایک خاص انداز تھا کہ گفتگو سے ان پر اثر ہوا، لیکن اس وقت براہِ راست نماز کا حکم نہیں فرمایا۔

اسی وجہ سے حضرت نے فرمایا ہے کہ ہر موقعے پر تبلیغ نہیں ہونی چاہیے، اس کا موقع ہوتا ہے، اور فرماتے تھے کہ میں نے اس دن سے کان پکڑا ہے کہ ایک صاحب آئے اور شاید یہ واقعہ کسی سفر میں ہوا تھا کہ اُن کے پائجامہ کے پائینچے ٹخنوں سے نیچے تھے، حضرت انہیں نہیں جانتے تھے اور وہ بھی حضرت سے ناواقف تھے، تو حضرت نے اس موقعے پر کہ بعد میں موقع ہو نہ ہو، وہ اُتر جائیں گے کیونکہ سفر کر رہے تھے، تو

حضرت نے فرمایا کہ پائینچے آپ کے ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونے چاہئیں، یہ شریعت کا حکم ہے۔
اِس کے جواب میں انہوں نے چھوٹتے ہی شریعت کو ماں کی گالی دی؛ جو کہ کفریہ کلمہ تھا۔
اس پر حضرت نے عہد کرلیا کہ تبلیغ کے لیے موقع مناسب ہونا چاہیے، موقع بے موقع نہیں ہونی چاہیے۔
ایک بزرگ کا واقعہ حضرت کے ملفوظات میں ہے کہ انہوں نے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے گناہ سے باز رکھنے کی اس طرح سے مسجد میں اپنے ایک مرید کو تبلیغ کی، کہ ان کے پائینچے ٹخنوں سے نیچے تھے، تو اُن بزرگ نے نماز یا کوئی اور مجلس ختم ہونے کے بعد باقی حضرات سے کہا کہ آپ جائیے، لیکن اُن صاحب کو روک لیا، جب سب چلے گئے تو وہ خود کھڑے ہوگئے اور کہا کہ بھئی دیکھنا مجھے شبہ ہوتا ہے کہ درزی نے پائجامہ کے پائینچے ٹخنوں سے نیچے بنا دیے ہیں، اُن صاحب نے کہا کہ نہیں حضرت، کیونکہ وہ تو ٹخنوں سے اوپر تھے، اور انہوں نے وہیں اُن بزرگ کے پاؤں پکڑ لیے، اور عرض کی کہ حضرت یہ گناہ تو میں کرتا ہوں، یہ لعنت تو میرے ساتھ ہے آپ کے ساتھ نہیں۔ یہ تھا بزرگوں کی تبلیغ کا انداز۔
اور حضرت نے تبلیغ کے آداب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو تبلیغ کر رہا ہے وہ مخاطب سے اپنے آپ کو اَرذَل اور کمتر سمجھے، تب ہی تو وہ صحیح تبلیغ کر سکے گا، ورنہ دوسرے کو ذلیل ورسوا ہی کرے گا۔

اصلاح کا ایک نسخہ (گناہوں کو چھوڑنا اور کم بولنا)

حضرت کا ایک ملفوظ یاد آ رہا ہے، بڑے وثوق سے فرمایا کہ:
دو چیزیں آپ کرلو تو میں اللہ کے فضل سے ذمہ لیتا ہوں کہ وصول الی اللہ کی سعادت حاصل ہو جائے گی

نمبر۱: ظاہر کے بھی باطن کے بھی، سب گناہوں سے توبہ کرلو۔

نمبر۲: کم بولو، بولنا کم سے کم ہو۔

ان دو کاموں پر عمل کرلیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ وصول ہو جائے گا۔
اور وصول الی اللہ کے معنیٰ آپ سمجھتے ہیں، تو اس پر عمل ہونا چاہیے۔

قلتِ طعام ومنام میں ترمیم

حضرت نے جب چار قلتیں کیں تو دو کو حذف کر دیا کہ پہلے زمانے میں قویٰ مضبوط ہوتے تھے، ان کی اچھی غذا ہوتی تھی، تو وہ چاروں قلتیں کر لیتے تھے، کم کھاؤ، کم سوؤ، کم ملو جلو، کم بولو، اب یہ دونوں چیزیں یعنی کم سوؤ اور کم کھاؤ؛ ان کو حضرت نے منع کر دیا ہے، کہ نہیں اب ان کی پہلے والی تاب نہیں رہی، کھاؤ بھی بقدرِ

ضرورت اور سونا بھی چاہیے، حضرت جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو جب میں نے معمولات لکھے تھے تو فرمایا کہ نہیں آپ کو سونا چاہیے، اور کم سے کم چھ گھنٹے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک چوتھائی، خواہ دو قسطوں میں ہی ہو، کچھ دوپہر کو کرلیا قیلولہ کی نسبت سے، یہ سب ملا کر ایک چوتھائی ہونا چاہیے۔

تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دو کو حذف کردیا کم کھانے اور کم سونے کو حذف کردیا۔

ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ مجدد تو آتے رہیں گے کیونکہ حدیث شریف میں اس کا وعدہ ہے لیکن ایسا جامعُ المجددشاید اب قیامت تک نہ آئے۔

افضل اعمال: قرآن مجید کی تلاوت اور نوافل کی کثرت

ایک اور بات یاد آئی، یہ تو میں نہیں کہتا کہ کس وعظ یا کس ملفوظ میں یہ بات ہوئی لیکن مجھے اتنا یاد پڑتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں حضرت نے انفرادی ذکر، جہرِ معتدل کو زیادہ ترجیح نہیں دی۔

اور بعض جگہ ذاکرین آج کل اونچی آواز سے ذکر کے ساتھ جھٹکے وغیرہ بھی لگاتے ہیں، میں نے دیکھا ہے بعض مساجد میں اور میں نے منع بھی کیا ہے۔

اور یہ فرمایا کہ بجائے معروف ذکر کے وہ اعمال کرو کہ جو دیکھنے میں سب ہی کرتے ہیں مگر حقیقت میں افضلُ الاعمال ہیں، ایک تلاوتِ کلامِ پاک اور دوسرے کثرتِ نوافل۔

دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ نفل اعمال میں ان سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں، تو دیکھنے والے دیکھیں گے کہ یہ کوئی خاص چیز نہیں کر رہا، اس لحاظ سے بڑائی نہیں ہوگی۔

حضرت کے الفاظ میں ہے کہ افضلُ الاعمال یعنی جتنے بھی اعمال شریعت میں بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں، اُن میں یہ دو عمل کثرتِ نوافل اور قرآنِ پاک کی تلاوت افضل ہیں اور ویسے بھی نماز تو ہے ہی قُرب؛ اس سے بڑھ کر قُرب کیا ہوگا؟

تو سارا نتیجہ اور خلاصہ یہ نکلا کہ جب وقت مل جائے ان ہی دو چیزوں میں زیادہ زور دیں۔

اور یہ بھی ہمارے اکابر سے منقول ہے کہ ذکر کیا ہے تو لاکھ لاکھ سوا لاکھ کیا ہے، ذکر اپنی جگہ ٹھیک ہے، لیکن عام ذکر سے تلاوتِ قرآن، اور نوافل کا درجہ زیادہ ہے، تلاوت دراصل اللہ تعالیٰ کا بندہ سے کلام کرنا ہے اور نماز دراصل بندہ کا اللہ سے کلام کرنا ہے، تو ان دونوں اعمال کے ذریعہ دونوں طرف سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

للّٰہی تعلق کی نعمت

آپ حضرات کی برکت وتعلق سے چند باتیں عرض کردی ہیں اور آپ حضرات کی ملاقات کو میں تو اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں۔

ارے ہم کیا چیز ہیں؛ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور ملفوظ جو خود حضرت حکیم الامت سنایا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس جو آتے ہیں میں اپنے آنے والوں کے قدموں کی خاک کو سرمایۂ آخرت سمجھتا ہوں۔

اور پھر اس کی دلیل ہوتی تھی، یہ نہیں کہ بس ویسے ہی کہہ رہے ہوں، فرماتے تھے کہ یہ حضرات جو میرے پاس آئے ہیں دنیا کی نیت لے کر نہیں آئے، کوئی پیسہ لینے نہیں آئے، کوئی جائیداد لینے نہیں آئے، بس اللہ ہی کے لیے آئے ہیں تو ان کی طلب میں تو کوئی شک نہیں۔

رہا میرا معاملہ اللہ کے ساتھ کیا ہے؟ تو امید ہے کہ ان مخلصین وطالبین کی برکت سے وہ بھی درست ہوجائے

دو نکاح اور ازواج میں عدل

حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو نکاح کیے، پھر عدل کرکے دکھایا، عدل کا بھی حال سُنیے۔

اللہ اکبر! وہ تو عدل میں شامل ہے ہی کہ ایک رات یہاں ایک رات وہاں، یہ تو سب ہی کرتے ہے۔ وہ مشہور واقعہ آتا ہے کہ ایک دیہاتی شخص حضرت کا معتقِد حضرت کے پاس دو تربوز لایا، اور لاکر حضرت کو پیش کیے، اور اپنی زبان میں کہا کہ میں یہ جانوں ہوں کہ تو اپنے دونوں گھروں میں برابر کرتا ہے، میں نے اسے تول لیا ہے، دونوں برابر کے ہیں۔

حضرت نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ دونوں برابر کے ہیں مگر ایک پھیکا نکلا اور ایک میٹھا تو اس میں کیسے برابری ہوگی؟ اب وہ بے چارہ دیہاتی اس پر بہت ہی شش وپنج میں پڑا اور کہا کہ:

یہ تو میں نہ جانوں کہ کون میٹھا ہے اور کون پھیکا؟ کیونکہ میں ان کے اندر تو گھسا نہیں۔

تو اُس دیہاتی نے ایسے الفاظ کہہ دیے۔

حضرت نے کہا کہ نہیں اس کا بھی علاج ہے، آدھا اس میں سے کاٹ لیا جائے اور آدھا اس میں سے کاٹ لیا جائے حضرت کے سامنے حوض کے قریب سائبان کے نیچے ترازو بھی رکھا رہتا تھا اور اس میں ڈاک کے ٹکٹوں کے وزن بھی چیک ہوتے تھے، اگر زیادہ وزن ہو تو اور ٹکٹ لگاؤ۔

Idara Ghufran

اگر کوئی لفافہ ایسا آتا تھا کہ کسی نے بھیجا ہے اور ٹکٹ پر مہر نہیں لگی ہے، تو ٹکٹ کو فوراً چاک کر دیا کرتے تھے خیر! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں تربوزوں کو بیچ میں سے نشان لگا کر آدھا آدھا کیا، اور ایک تربوز کے آدھے حصہ کے ساتھ دوسرے تربوز کا آدھا حصہ ملا دیا اور پھر دونوں کا وزن برابر کر دیا۔

اور پھر فرمایا کہ اب تو انصاف ہو گیا کہ اگر ایک پھیکا تھا تو اس کے ساتھ میٹھا مل گیا۔

جواب میں اس دیہاتی نے کہا کہ:

انصاف تو ہو گیا مگر مولوی! تُو بہت مصیبت جھیلے ہے؟

اس پر حضرت نے فرمایا کہ:

یہاں کی مصیبت وہاں یعنی آخرت کی مصیبت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

کسی نے کہا کہ حضرت اب تو آپ نے دوسری شادی کر کے اپنے سارے مریدوں کے لیے راستہ کھول دیا ہے، کہ وہ کہیں گے کہ ہم تو شیخ کے طریقے پر عمل کر رہے ہیں، کہ انہوں نے بھی دو دو شادیاں کی ہیں۔

فرمایا کہ نہیں میں نے راستہ بند کر دیا ہے، اور فرمایا کرتے تھے حضرت کہ جب میں ایک بیوی کے یہاں ہوتا ہوں تو دوسری کا خیال بھی نہیں لاتا، وسوسہ بھی نہیں آتا، ورنہ ذہنی وقلبی استمتاع میں آجائے گا، اور باطن میں عدل کے خلاف ہو جائے گا، دیکھیے! کہاں نظر گئی؟

حضرت کی یہ سب باتیں چھوٹی نہیں تھیں، بلکہ درحقیقت بہت بڑی تھیں۔

حقوق کی ادائیگی اور فرقِ مراتب

حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں حضرت اپنی مثال آپ رکھتے تھے۔

مشہور واقعہ ہے کہ جس زمانے میں حضرت خود نماز پڑھایا کرتے تھے اور صحت اچھی تھی، تو سنت پڑھ رہے تھے، کہ آواز آئی کہ بڑی پیرانی صاحبہ گر پڑیں۔

تو حضرت نے نیت توڑ دی، اور سیدھے پہنچے، گھر میں تو صرف ایک خادمہ رہتی تھیں، سوچا کہ اور تو کوئی ایسا ہوگا نہیں ظاہر ہے کہ معلوم نہیں کہاں چوٹ لگی ہو؟ کون پکڑے گا؟ کہاں جائے گا؟ زینے پر چڑھ کر اوپر کی منزل پر جانا ہوتا تھا۔ پھر آ کر نماز پڑھی اور سنتیں دوہرائیں، ادائیگیِ حقوق کا بہت ہی زیادہ اہتمام تھا۔

میں تو کچھ نہیں؛ اللہ نے جتنی بھی حضرت کی صحبت کی توفیق دی، حضرت کی ساری تعلیم کا لبِ لباب اور خلاصہ یہ تھا جو حضرت پسند کرتے تھے جس میں عاجزی، انکساری اور بے نفسی دیکھتے تھے، جس کو اپنے متوسلین،

متعلقین اور مریدین میں حضرت محسوس کر لیتے تھے کہ اس کے اندر کسی قسم کا شائبہ بڑائی اور جاہ کا نہیں ہے نواب جمشید علی خان صاحب کا واقعہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں آپ کی گاڑی یعنی پالکی کھینچ کر لے جاؤں گا، اور یہ نواب صاحب حافظ تھے اور رمضان میں قرآن شریف سناتے تھے، اور حضرت والا نواب صاحب کو حافظ صاحب کہتے تھے، نواب صاحب سے کم مخاطب کرتے تھے، اور نواب جمشید علی خان صاحب کو بہت سے لوگ جانتے تھے اور باغپت قریب میں ہی تھا، اور دنیا کے بھی بڑے بڑے لوگ آ کر ٹھہرتے تھے اور دین کے بھی ماشاءاللہ۔

نواب صاحب سے کہا کہ نواب صاحب آپ گاڑی مت چلایئے بازار میں، آپ بازار میں گزریں گے اور لوگ دیکھیں گے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک لاٹھی سب کو نہیں ہانکتا، حسبِ مراتب معاملہ کرتا ہوں۔ لیکن نواب صاحب یہی ضِد کر رہے ہیں کہ مجھے ہی اجازت دیدیجیے، بڑی ردوقدح کے بعد حضرت نے درمیانی صورت حسبِ مراتب کی یہ نکالی کہ اس بات کی اجازت دیدی کہ اس کے دو ہینڈل ہوتے تھے، حافظ صاحب کو پیچھے سے پکڑنے کو کہا کہ گاڑی تو نیاز ہی چلائیں گے جو حضرت کے خادم تھے، آپ نیاز کے کندھے پر ہاتھ رکھ لیجیے۔ یہ ہے، حکمت اور مجددانہ شان کہ ہر چیز پر نظر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

ع دلِ تاریک روشن کر دیے تیری نگاہوں نے

ع صحابی وہ نہ تھا لیکن نمونہ تھا صحابی کا

اختتامی دعا

اچھا اب دعا کر لیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ . رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَاغَفَّارُ .رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ .رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ. رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ

Idara Ghufran

رَحْمَةً. اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ .اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَيْرِ مَاسَأَلَکَ مِنْهُ نَبِيُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَااسْتَعَاذَکَ مِنْهُ نَبِيُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْکَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ يَا حَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا کُلَّهٗ وَلَاتَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ. يَا حَيُّ يَاقَيُّوْمُ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ .

یااللہ اس ادارۂ غفران کو بھرپور ترقی عطا فرما، یااللہ دین کی شعاعیں یہاں سے نکلیں، تقوے کی علم کی، فتوے کی۔

یااللہ جو کام ہورہا ہے، یااللہ اسے قبول فرمالیجیے، یااللہ بندے بشر ہیں، غلطی ہوتی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا .

جو خطا ہوگئی ہے، اس کو معاف فرمادیجیے، یااللہ لغزش سے بچایئے، توکل عطا فرمایئے، لالچ اور حرص سے یااللہ بچایئے، استغناء عطا فرمایئے، جو کام کررہے ہیں۔

یہ حضرات، مفتی صاحب اور ان کے جملہ معاونین یااللہ سب کو اپنے فضل سے اور اپنی رحمت سے یااللہ متواتر مسلسل ترقی وقبولیت عطا فرمادیجیے، جو کام دین کا کررہے ہیں، یااللہ اسے قبول فرمالیجیے۔

یاالٰہ العالمین! رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً. اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ .

یااللہ تمام جتنی حاجتیں ہیں، وہ پوری فرمایئے؛ وسائل میں ترقی عطا فرمایئے، ظاہری اور باطنی ترقی عطا فرمایئے، یہ جو علمی اور تحقیقات کا کا جو کام کررہے ہیں یااللہ اسے قبول فرمالیجیے، ترقی عطا فرمایئے، فروغ عطا فرمایئے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. يَاسُبُّوْحُ يَاقُدُّوْسُ يَا غَفُوْرُيَا وَدُوْدُ .يَاسُبُّوْحُ يَاقُدُّوْسُ يَا غَفُوْرُ يَا وَدُوْدُ يَاسُبُّوْحُ يَاقُدُّوْسُ.

یااللہ قبر کا دن آپ کے اسمائے حسنیٰ کے نام کی برکت سے، اس کے صدقے سے آسان فرمادیجیے، نبی کریم محمد ﷺ کے اور ان کی آل کے صدقے میں یااللہ ہماری دعائیں قبول

فرما لیجیے، یا اللہ اس ادارے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیے اور جتنے وسائل کی ضرورت ہے سب مہیا فرما دیجیے، توکل عطا فرمائیے، اخلاص عطا فرمائیے، معاندین، مخالفین اور حاسدین سب سے یا اللہ حفاظت فرمائیے،

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا. اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم .وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

یا اللہ مفتی رضوان صاحب کو، یا اللہ ان کے اہل وعیال کو، ان کی والدہ کو، ان کے گھر والوں کو، سب احباب کو، اور بھائیوں کو سب کو یا اللہ عافیت عطا فرمائیے، صحت عطا فرمائیے، یا اللہ آپ کی شان لامتناہی ہے، یا اللہ اپنی شان کے مطابق فراخیِ رزقِ حلال عطا فرمائیے، بندے بشر ہیں جو بھول چوک ہوگئی ہو وہ معاف فرما دیجیے،

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ . وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. آمین آمین

اچھا بھائی آپ کی آمد کا بھی شکریہ۔

یا اللہ! یہاں پر موجود ہمارے بھائیوں کی جو بھی مشکلات ہیں سب دور فرما دیجیے، یا اللہ عافیت عطا فرمائیے، یا اللہ جو جو حضرات اپنے کاروبار کی وجہ سے متفکر ہیں یا اللہ ان کے کاروبار میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیے، یا اللہ راستے کھول دیجیے، آپ ہی کے اختیار میں ہے یا اللہ جو بھی حاجتیں ہیں دنیوی ہوں یا اُخروی سب پوری فرما دیجیے، جو دین کے کام ہو رہے ہیں سب قبول فرما لیجیے۔ آمین .بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

مفتی محمد رضوان

طلبہ کے لئے یکسوئی اور تحریکات وغیرہ سے اجتناب

مورخہ ۱۸ شوال ۱۴۲۸ھ بمطابق 31 اکتوبر 2007ء بروز بدھ دن گیارہ بجے ادارہ غفران کے شعبہ کتب کے تعلیمی سال کے آغاز کے موقع پر طلبہ ادارہ غفران سے حضرت مدیر صاحب مدظلہم نے مندرجہ ذیل خطاب فرمایا۔ جسے مولانا محمد ناصر صاحب سلمہ نے محفوظ ونقل فرمایا۔ادارہ

معزز طلبۂ کرام! رمضانُ المبارک اور عیدُ الفطر کے موقعہ پر سالانہ تعطیل کے بعد اب آپ حضرات کے تعلیمی سال کا آغاز ہو رہا ہے۔ الحمدللہ تعالیٰ طلبۂ کرام طویل چھٹیوں کے بعد دوبارہ تعلیم کیلئے تشریف لا چکے ہیں، اور کچھ طلبہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو تعطیل کے زمانے میں باہر کے ماحول سے متاثر ہو کر دینی تعلیم سے متوحش یا متنفر ہو جاتے ہیں، اور دوبارہ زندگی بھر کبھی ادھر کا رخ ہی نہیں کرتے۔

تعطیلات کے ذریعہ سے دراصل کھرے کھوٹے طالبِ علموں کا بہتر طریقے سے امتحان ہو جاتا ہے، کیونکہ اصل امتحان اسی وقت ہوا کرتا ہے جب مخالف سمت کا بھی وجود ہو۔ دینی ماحول سے نکل کر جب دنیا کے ماحول میں جاتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔اور علمِ دین کا کس پر کتنا رنگ چڑھا ہے، اور آئندہ چل کر کس طالبِ علم میں عوام کا مقتدا اور کس میں مقدی بننے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اور آجکل عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ طلبہ میں جتنی مستعدی اور چستی چھٹیوں کے کرنے میں پائی جاتی ہے اتنی تعطیلات کے بعد واپس آنے میں نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ ایک سچے طالبِ علم کی شان تو اس کے برعکس ہونی چاہئے تھی کہ اسے تعلیمی مشغلہ اور تعلیمی ماحول چھوڑ کر دوسری جگہ جانے میں اتنی دل چسپی نہ ہوتی اور اس کے مقابلہ میں گھر بار چھوڑ کر تعلیمی مشغلہ کیلئے آنے میں زیادہ مستعدی اور دلچسپی ہوتی، مگر اب اکثر طالبِ علموں کے حالات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ تعلیمی ماحول اور تعلیمی مشغلہ کے ساتھ بامرِ مجبوری جڑے رہتے ہیں اور دوسری چیزوں کی طرف ان کی دلچسپی اور ان کا رجحان اور میلان زیادہ ہوتا ہے۔

اس لئے طالبِ علموں کو اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ان کو تعلیم اور اس ماحول سے کتنی دلچسپی ہے اور دوسرے مشاغل سے کتنی دلچسپی ہے۔

Idara Ghufran

ہمارے بزرگوں نے تو طلبۂ کرام کیلئے یہاں تک اہتمام فرمایا ہے کہ انہیں تعلیم کے علاوہ دوسرے ضروری مشغلوں کی طرف متوجہ ہونے کی بھی اجازت نہیں دی، چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے مرضُ الوفات میں جو ملفوظات ارشاد فرمائے، جو ایک طرح سے طلبۂ کرام کے لئے وصیت کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں طلبۂ دین کے لئے اس سلسلہ میں جو وصیت فرمائی وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، میں آپ کو سنا دیتا ہوں۔ فرمایا:

''میں نے قرآن وسنت اور عمر بھر کے تجربہ، نیز جن بزرگوں کی خدمت کا شرف حاصل ہوا، ان سب کے طرزِ عمل سے مدرسہ کے بارہ میں جو کچھ اصلح (سب سے زیادہ درست) سمجھا وہ یہ ہے کہ مدارس اور ان کے متعلقین کو سیاسیاتِ حاضرہ سے بالکل مجتنب (اور الگ تھلگ) رہنا چاہئے۔ اور صرف سیاسیات ہی سے نہیں بلکہ ہر اس کام سے جو تعلیمی مشاغل میں خلل انداز ہو اگرچہ وہ کام فی نفسہٖ کیسا ہی محمود (اچھا) اور مفید کیوں نہ ہو۔

ہمارے بزرگوں نے طلباء کو بیعت کرنے اور سلوک میں مشغول ہونے سے بھی باوجود اس کو اہم سمجھنے کے طالبِ علمی کے زمانہ میں ہمیشہ منع فرمایا ہے، حضرت گنگوہی قدس سرّہٗ کبھی کسی طالبِ علم کو فراغت سے پہلے بیعت نہ فرماتے تھے، پھر کسی سیاسی اور ملکی تحریک میں شرکت کیسے گوارا کی جاسکتی ہے'' (مآثر حکیم الامت ص۲۷، اشرف الملفوظات فی مرض الوفات)

اس مختصر مگر جامع نصیحت بلکہ اس کے ہر ہر جملہ کو بار بار ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے، کتنے اہتمام اور کتنے وثوق اور یقین کے ساتھ حضرت رحمہ اللہ نے تاکیدی کلمات ارشاد فرمائے کہ ''قرآن وسنت'' اور پھر فرمایا ''عمر بھر کے تجربہ'' اس کے بعد ''جن بزرگوں کی خدمت کا شرف حاصل ہوا، ان سب کے طرزِ عمل'' کا حوالہ دیا۔

قرآن وسنت کا حوالہ بھی دیا، اپنی عمر بھر کے تجربہ کا حوالہ بھی دیا اور پھر جن بزرگوں کی خدمت کا شرف حاصل ہوا، ان سب ہی کے طرزِ عمل کا حوالہ دیا۔ اب ایک طرف تو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی قرآن و سنت پر گہری نظر کا معاملہ ہے، جس سے اہلِ علم حضرات بخوبی واقف ہیں، دوسری طرف آپ کی عمر بھر کا تجربہ ہے۔ ایک حکیم الامت بلکہ مجددِ وقت کی عمر بھر کا تجربہ اور تیسری طرف اپنے مخدوم تمام بزرگوں کے طرزِ عمل کا معاملہ ہے۔ حضرت کے مخدوم بزرگ آپ حضرات کو معلوم ہیں کہ ہمارے سلسلے کے ستون اور تھم ہیں، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ، ان حضرات

کے طرزِ عمل کی سند ہمارے لئے کتنی اہمیت کی حامل ہے۔ پھران سب نسبتوں اور حوالوں کے بعد جو بات ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ مدرسہ کے بارے میں اصلح یعنی سب سے زیادہ درست بات یہ ہے کہ مدارس بلکہ ان کے متعلقین کو سیاسیاتِ حاضرہ بلکہ ہراس کام سے جو تعلیمی مشاغل میں خلل انداز ہوا گرچہ وہ کام اپنی ذات میں کتنا ہی اچھا اور فائدہ مند کیوں نہ ہو بالکل الگ تھلگ رہنا چاہئے۔اور اشرفُ السوانح میں حضرت کے اس ملفوظ کے بارے میں یہ بھی تحریر کیا گیا ہے کہ یہ ملفوظ حضرت نے اس وقت ارشاد فرمایا جبکہ آپ پر ضعف اور کمزوری کا غلبہ تھا اور آواز بھی پوری طرح سے نکالنے کی قدرت نہیں تھی، حضرت نے سامعین کو اپنے بالکل قریب بلا لیا تھا، اور اس مجلس میں صرف خاص الخاص علماء شریک تھے، جن میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب بھی تھے۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! طلبۂ کرام کی صحیح تعلیم کی کتنی اہمیت حضرت کے دل میں تھی اور ان کی پختہ اور مضبوط وٹھوس تعلیم کا کس قدر اہتمام تھا کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی مدارس اور طلبہ کی تعلیم اور مدارس کے اصل مقصود اور مشن کو زندہ وتابندہ رکھنے کی طلب اور تڑپ دل میں پیوست ہے، گویا کہ حضرت نے اپنے قول وفعل سے خود بھی ثابت کر دیا اور طلبہ کو بھی بتلا دیا، کہ ان کا مشرب اور طور وطریقہ یہ ہونا چاہئے جو کسی نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

ہمیں دنیا سے کیا مطلب، مدرسہ ہے وطن اپنا ــــــ مریں گے ہم کتابوں پر، ورق ہوگا کفن اپنا

ہم تو اسی ذوق کو پسند کرتے ہیں اور اپنے طلبہ کو بھی اپنے بزرگوں کی اتباع میں یہی نصیحت کرتے ہیں، اگرچہ یہ نصیحت آج کے بعض جذباتی اور جوشیلے لوگوں کو کڑوی معلوم ہوتی ہے، اور وہ بجائے اس کے کہ خود بھی اپنے بزرگوں کی ''جن کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں'' اس نصیحت پر عمل کریں، الٹا یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ اپنے بزرگوں کی نصیحت پر عمل پیرا ہیں وہ بھی اپنے بزرگوں کو چھوڑ کر خود ان کے طرزِ عمل کو اختیار کر لیں۔
استغفراللہ کیا الٹی سوچ ہے؟ اس حماقت بلکہ اپنے بزرگوں سے بغاوت کی بھی کوئی حد ہے۔
گذشتہ دنوں بعض مدارس کے طلبہ کی طرف سے اسی قسم کی ایک جذباتی تحریک اٹھی تھی، جس کو ہمارے بزرگوں نے خصوصاً طلبہ واہلِ مدارس کی شان کے موافق نہ سمجھ کر اسے چھوڑ دینے کی بار بار تلقین کی تھی، مگر بقول کسے ع نیکی ہی ان کے گلے پڑ گئی

اور نہ جانے بزرگوں کی شان میں (نعوذ باللہِ تعالیٰ) ہکاوَمال، غیروں کے ایجنٹ، وغیرہ اور کیا کیا کہا جانے لگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ایک مقام پر میں نے اپنے بزرگوں کی اتباع میں یہی بات کہہ دی کہ یہ طرزِ عمل ہمارے بزرگوں اور خصوصاً اہلِ مدارس کی شان کے مطابق نہیں اور اس سے ہمیں اور ہمارے بزرگوں کو اتفاق نہیں وغیرہ وغیرہ۔

بس پھر کیا تھا بعض ایسے افراد کو بھی جو سالہا سال سے مجھے اپنا بزرگ، سرپرست، اور شیخ وغیرہ کا درجہ ظاہر میں دیا کرتے تھے اور اپنے ذاتی معاملات میں بھی مشورہ کیا کرتے تھے، ان کو بھی یہ بات اتنی کڑوی اور ناگوار گزری کہ بڑے چھوٹے کی کوئی تمیز نہ رہی۔

اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ آجکل کے بڑے ''دہی بڑوں'' کی طرح ہیں۔ زبان سے دوسروں کو اپنا بڑا اور بزرگ، شیخ اور نہ جانے کیا کچھ ظاہر کرتے ہیں، اور دل میں اس کی حقیقت کا شعور تک بھی نہیں ہوتا، اور بڑوں کے مقابلے میں اپنی سوچ اور اپنی رائے کو ہی درست اور صحیح سمجھتے ہیں۔

میں نے سوچا کہ جو طرز عمل پہلے چند حضرات نے اپنے بزرگوں اور بڑوں کے خلاف اختیار کیا تھا، آج وہی طرز عمل مخالفین کی طرف نسبت کرنے والے یہ حضرات اپنے بڑوں کے خلاف اختیار کر رہے ہیں۔

بہرحال اس طرح کے جذباتی لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی کم علمی اور نادانی کی باتوں سے متأثر ہو کر اپنے بزرگوں کے طرز اور طریقے کو چھوڑ دیں گے، یہ ان کی غلط فہمی ہے، ہم تو اپنے بزرگوں کے باغی بننا نہیں چاہتے، اگر تم کو باغی بننا پسند ہے تو پسند ہوتا رہے۔ تم کو ہی مبارک ہو۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اہلِ مدارس اور طلبۂ کرام کو اپنے تعلیمی مشاغل سے ہی کام رکھنا چاہئے اور اس سے ہٹ کر کسی اور کام میں نہیں لگنا چاہئے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے طلبہ کیلئے دوسرے مشاغل اور سیاست وتحریکات میں لگنے کا نقصان بھی بتلا دیا ہے، چنانچہ انہی مرض الوفات کے ملفوظات میں حضرت نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

> اس لئے میری پختہ رائے یہ ہے کہ طلبہ کو سیاسیات میں مبتلا نہ کیا جاوے، طلبہ اگر ان قصوں میں پڑ گئے تو وہ تعلیم سے بھی جاتے رہیں گے اور تربیت بھی ان کی نہ ہوگی، چنانچہ جب سے طلبہ کو اس میں ڈالدیا گیا ہے، ان میں آزادی پیدا ہوگئی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ہی لوگ (یعنی علماء، مدرسین اور مہتممین) ہر وقت ان کی طرف سے متفکر اور خائف رہتے ہیں، میں نے اس سے پہلے بھی کئی بار یہ کہا اور اب پھر کہہ رہا ہوں، لیکن میں اس کے قبول کے آثار نہیں دیکھتا (تتمہ اشرف السوانح ج۴ ص۲۹)

ایک اور مقام پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''میری رائے یہ ہے کہ کسی تحریک میں بھی طالبِ علموں کو شرکت کی اجازت نہ ہونی چاہئے، اس

میں سخت مضرت (یعنی نقصان) ہے آئندہ کے لئے، جو کہ اس وقت محسوس نہیں ہوتی، آخر میں پوچھتا ہوں کہ پڑھنے پڑھانے میں جب کوئی مشغول نہ رہے گا تو پھر یہ جماعت علماء کی آئندہ (خالص دین کا) کام کرنے والی کہاں سے پیدا ہوگی (ملفوظات الافاضات الیومیہ ج ا ص ۲۷، ملفوظ نمبر ۵)

معلوم ہوا کہ طلبہ کے سیاست اور کسی بھی تحریک میں شامل ہونے سے ان میں آزادی پیدا ہوتی ہے، اور وہ تعلیم و تربیت سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ آج حضرت رحمہ اللہ کا بیان کردہ یہ نقصان ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ اکثر طلبہ میں نہ ٹھوس علم ہے اور نہ ہی ان کی تربیت ہے۔

گذشتہ دنوں میرا ایک مضمون ہمارے ماہنامہ التبلیغ میں ''عوام علماء کے مقتدا یا مقتدی؟'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا، اس کو ملاحظہ کرنے کے بعد چکوال سے ایک مفتی صاحب نے بڑا دردبھرا خط تحریر فرمایا، جس میں انہوں نے اس مضمون کی تائید کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ آجکل بعض دینی مدارس میں اساتذۂ کرام خود تو اپنی اصلاح اور تربیت سے غافل ہوتے ہی ہیں، اس سے زیادہ قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ ان کے شاگرد جو اصلاح و تزکیہ اور اتباعِ سنت کا اہتمام اور پابندی کرتے ہیں، ان کو بھی اس پر استادوں کی طرف سے لعن طعن کیا جاتا ہے اور طعنے کے طور پر ''صوفی'' وغیرہ نام رکھ کر ایسے دیندار طلبہ کو اتباعِ سنت اور اصلاح و تزکیہ سے متنفر و متوحش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، یا کم از کم شرمندہ کرنے میں تو کوئی کسر چھوڑی ہی نہیں جاتی۔

اپنے اس خط میں انہوں نے چند طلبۂ کرام کے ایسے واقعات بھی تحریر فرمائے ہیں، کہ بعض اتباعِ سنت اور تزکیہ و احسان کو اختیار کرنے والے طلبہ نے استادوں اور طلبہ کی لعن وطعن سے تنگ آکر اپنا حلیہ بدل لیا اور خود بھی دوسروں کی طرح ہوگئے تب انہیں سکون ملا۔

افسوس! صد افسوس! اس پر افسوس اور حیرت کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے، جب دینی مدارس میں یہ حال ہوگا تو دوسرے اداروں یا دوسری جگہوں سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرزِ عمل کی اصلاح فرمائیں

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے کسی مقام پر فرمایا ہے کہ ہمارے مدرسے تقریباً تیس سال سے بانجھ ہوگئے ہیں اور ان سے رجالِ کار پیدا نہیں ہورہے۔

غور کیا جائے تو جتنے عرصہ سے بانجھ ہونے کی شکایت حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمائی ہے یہ وہی تحریکات کا زمانہ ہے کہ جب سے تحریکات کی وباء دینی مدارس میں داخل ہوئی اور طلبہ اس میں مبتلا ہوئے اسی وقت سے رجالِ کار کا فقدان اور قحط ہونا شروع ہوگیا۔

چنانچہ آپ دیکھ لیجئے کہ ہزاروں کی تعداد میں طلبہ ہر سال فارغ ہو رہے ہیں، مگر اکثریت کا حال یہ ہے کہ ان میں نہ پختہ اور ٹھوس علم ہے اور نہ ہی ان کی تربیت ہے۔

پھر جس طرح حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اپنے ارشاد میں فرمادیا کہ:

''میں نے اس سے پہلے بھی کئی بار یہ کہا اور اب پھر کہہ رہا ہوں، لیکن میں اس کے قبول کے آثار نہیں دیکھتا''

یعنی مجھے اس بات کے قبول ہونے کے آثار نظر نہیں آرہے۔

میں بھی حضرت کی یہی بات دہراتا ہوں کہ مجھے بھی قبولیت کے آثار نظر نہیں آتے۔

لیکن بہر حال کوئی مانے یا نہ مانے قبول کرے نہ کرے، کم از کم حق بات کا پہنچانا تو اپنی ذمہ داری ہے اور ایک ادارہ کا مدیر اور ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے زیر ادارت ادارہ میں داخل ہونے والے طلبہ کو اپنے بزرگوں کا پیغام پہنچادوں۔

اس لئے میرے عزیز طلبۂ کرام! میری آپ سے یہی گزارش ہے کہ دوسرے تمام مشاغل اور دھندوں کو پسِ پشت ڈال دو، اور پوری دلجمعی، یکسوئی اور توجہ کے ساتھ حصولِ علم میں مشغول رہو۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو، تعلیم کے حقوق کو پہچانو!

اور یاد رکھو کہ علم اپنا بعض حصہ اس وقت تک نہیں دیتا جب تک کہ اپنے آپ کو پوری طرح اس کے حوالے نہ کر دیا جائے: **اَلْعِلْمُ لَا یُعْطِیکَ بَعْضَهٗ حَتّٰی تُعْطِیَهٗ کُلَّکَ.**

اور جب علم اپنا بعض اس وقت دیتا ہے جب اپنا پورا اس کو دیدیا جائے، یعنی اپنے آپ کو پوری طرح اس کے حوالہ کر دیا جائے۔

تو اگر ایک طالب اپنے آپ کو پورا اس کے حوالے نہ کرے، بلکہ بعض حصہ حوالہ کرے تو علم اپنا بعض بھی حوالہ نہ کرے گا۔ پھر علم کہاں سے حاصل ہوگا۔

اسی وجہ سے تو ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ تعلیم کے علاوہ ہر دوسرے مشغلہ کو ترک کر دو، تب علم حاصل ہوگا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عزیز طلبۂ کرام کو پوری توجہ، دلجمعی، یکسوئی اور انہماک کے ساتھ حصولِ علم کی عبادت میں مشغول فرمائیں اور حصولِ علم کے علاوہ ہر قسم کی تحریک اور مشغلہ سے پوری طرح مجتنب اور بچے رہنے کی توفیق بخشیں۔ آمین، ثم آمین۔

علم کے مینار

مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۲)

حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے ان کی طالبِ علمی کے زمانے کے کچھ حالات کے بارے میں بندہ نے عرض کیا کہ قلمبند کردیئے جائیں، تو مفتی صاحب نے بتعجیل مندرجہ ذیل واقعات وحالات اپنے قلم سے تحریر کرکے دیئے۔

بچپن میں کمزور واقع اور بیمار رہنا

میں پیدائشی طور پر غیر معمولی کمزور واقع ہوا تھا، اور مجھے بچپن ہی سے مرگی کی نوعیت کے دورے پڑنا شروع ہوگئے تھے، اور ناک سے غیر معمولی نکسیر بھی بہتی تھی۔

دَورے اس قسم کے پڑا کرتے تھے کہ کھڑے بیٹھے جس حالت میں بھی ہوتا تھا، یکلخت بے ہوشی طاری ہوجاتی تھی، اور جبڑا بند ہوجاتا تھا، اور نکسیر کسی وقت بھی پھوٹ پڑتی تھی، اور کافی دیر تک جاری رہتی تھی، ان دونوں حالتوں سے والدین بھی پریشان رہتے تھے۔

معالجین نے دَورے پڑنے کی وجہ سے والدین اور استادوں کو تاکید کی ہوئی تھی کہ مجھے کبھی مارا پیٹا نہ جائے۔

اس کی وجہ سے والدین اور دیگر گھر کے افراد میرے ساتھ محبت وپیار والا سلوک کیا کرتے تھے، اور باوجود میرے شرارت کرنے کے میرے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں ہوا کرتی تھی، اور اساتذۂ کرام بھی شفقت ومحبت والا برتاؤ کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بچپن میں ایک استاد صاحب نے میری کچھ مار پٹائی کردی، جس سے مجھے دورہ پڑ گیا اور مدرسہ کے سب طلبہ واساتذہ میں میری طبیعت خراب ہونے اور دورہ پڑنے کی شہرت ہوگئی۔

اس واقعہ سے استاد صاحب بھی کچھ خائف ہوگئے اور آئندہ کے لیے انہوں نے بھی غالباً میرے خلاف تادیبی کارروائی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

اس کا اثر میری طبیعت پر فطری طور پر جو ہونا تھا وہ ہوا، کہ مزاج میں کچھ نخرے بازی پیدا ہوگئی؛ مگر والدین

Idara Ghufran

نے ہر قسم کے ناز نخرے برداشت کیے۔

جب لگ بھگ بارہ سال کی عمر ہوئی تو والدہ محترمہ کسی کے کہنے پر ایک عامل صاحب کے پاس روحانی علاج کے لیے لے گئیں، اُن عامل صاحب نے دورے سے حفاظت کا تعویذ پہننے کے لیے دیا، اللہ کا کرنا کہ اس تعویذ سے ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد پھر کبھی دَورہ نہیں پڑا۔

البتہ نکسیر بہنے کا سلسلہ کافی بعد تک جاری رہا، اگر چہ اس میں کچھ کمی واقع ہوگئی تھی۔

ایک مرتبہ ہمارے والد صاحب کے دیرینہ رفیق ''جناب حاجی عبدالمجید صاحب مرحوم'' نے نکسیر سے حفاظت کا ایک نسخہ تجویز کیا، جس میں غالبًا کاسنی کے بیج مخصوص طریقہ پر گھی کے ساتھ تل کر اور چینی وغیرہ ملا کر پانی کا جوشاندہ کر کے پینا تجویز کیا گیا تھا، یہ نسخہ اتنا کارگر ثابت ہوا کہ دو تین مرتبہ کے استعمال کے بعد پھر کبھی نکسیر کی شکایت نہیں ہوئی؛ فللهِ الحمدُ والشکرُ.

حفظِ قرآن کا واقعہ

نورانی قاعدہ پڑھنے کے بعد عام ضابطے کے مطابق ناظرہ قرآن مجید پڑھنا تجویز ہوا، کیونکہ دورے پڑتے رہنے کی وجہ سے جسمانی اور نکسیر بہتے رہنے کی وجہ سے دماغی کمزوری کی غیر معمولی شکایت کے باعث حفظِ قرآن مجید کر لینے کا تصور مشکل تھا۔

اس وجہ سے ناظرہ قرآن مجید کے بعد ابتدائی فارسی ''تیسیرُ المبتدی، حمدِ باری'' وغیرہ کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا، یہ دونوں کتابیں اُس زمانے میں زبانی یاد کرنی ہوتی تھیں، مگر ان دونوں کتابوں کے اسباق مجھے زبانی یاد نہیں ہوتے تھے۔

اس لیے چند دن کے تجربہ کے بعد اساتذہ اور والد صاحب وغیرہ کی طرف سے یہ تجویز ہوا کہ تیسواں پارہ حفظ کرا کر تعلیم سے اُٹھا لیا جائے، تاکہ نماز وغیرہ پڑھنے اور پڑھانے میں تیسویں پارہ کی حفظ شدہ سورتیں کام آئیں۔

اس غرض سے تیسواں پارہ حفظ کرنا شروع کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بآسانی تیسواں پارہ مکمل ہوگیا، اگر کبھی مجھ سے سبق وغیرہ میں کوتاہی ہوجاتی تو اس کی سزا زیادہ سے زیادہ چھٹی بند ہوجانا تھی، مگر یہ سزا بھی میرے لیے کچھ کم نہ تھی، اور میری کوتاہی کے ازالہ کے لیے بہت مؤثر ثابت ہوتی تھی۔

میرے تیسواں پارہ حفظ کر لینے سے اساتذہ اور والد صاحب کو کچھ امید قائم ہوئی، میرے دادا مرحوم بھی

اُس وقت حیات تھے، اُن کا کہنا تھا کہ قرآن مجید یا اس کے کسی بھی حصہ کو حفظ کرنے کی خاصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے حافظہ کھول دیتے ہیں۔

تیسواں پارہ حفظ کر لینے کے بعد انتیسویں پارہ کے حفظ کا آغاز ہوا۔

اور خیال یہی تھا کہ اگر زیادہ آگے سلسلہ جاری نہیں رہ سکا، تب بھی انتیسویں پارہ کی سورتیں ایسی ہیں کہ نماز وغیرہ میں پڑھنے کی صورت میں ان سے ضرورت پوری کی جاسکتی اور ان کو یاد رکھا جاسکتا ہے۔

اس پارہ کی تکمیل بھی بحمداللہ تعالیٰ بعافیت وسہولت پوری ہوگئی۔

اسی دوران میری ایک پھوپی صاحبہ جن کا نام ''ذکیہ بیگم'' تھا، جو کہ اب وفات پاچکی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت اور درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔ انہوں نے مجھے قرآن مجید مکمل حفظ کرنے کا اس طرح شوق دلایا کہ اگر میں نے قرآن مجید مکمل حفظ کرلیا، تو مجھے اُن کی طرف سے فلاں قسم کا انعام دیا جائے گا۔

بچپن میں ذہن اور سوچ بھی چھوٹوں کی طرح ''چھوٹی'' ہی ہوتی ہے، لہٰذا لڑکپن کے باعث پھوپی صاحبہ کے اس طرح شوق دِلانے سے طبیعت پر قرآن مجید حفظ کرنے کا کچھ ایسا غلبہ ہوا کہ اس کے بعد سلسلہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آگے ہی بڑھتا رہا، اور ایک مختصر عرصہ میں قرآن مجید کے حفظ کی تکمیل ہوگئی۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ملاحظہ ہے کہ مدرسہ امدادُ العلوم میں ایک بہت پُرانے بزرگ اور عظیم عالمِ دین ''قاضی محمد اعلیٰ صاحب رحمہ اللہ'' کی قبر ہے، ان کی ایک ضخیم کتاب بھی ''کشاف اصطلاحاتُ الفنون'' کے نام سے موجود ہے۔

ان کی قبر کے قریب بیٹھ کر سبق یاد کرنے کی صورت میں بسہولت یاد ہونا وہاں مدرسہ میں عام طور پر مجرّب اور مشہور تھا، میں نے اس کا بارہا تجربہ کر کے دیکھا اور اس کو صحیح پایا۔

حفظِ قرآن کی تکمیل کی خوشی

ہمارے گھرانے میں میرا حفظ کرنا ایک غیر معمولی کام شمار کیا گیا تھا، خصوصاً مجھ جیسے لاغر اور جسمانی وذہنی اعتبار سے کمزور انسان کا قرآن مجید حفظ کرلینا دراصل پورے خاندان کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز تھا اور کسی عجوبہ سے کم نہ تھا، اسی وجہ سے قرآن مجید حفظ مکمل ہونے کی خوشی میں خصوصی آرڈر پر بوندی کے لڈو تیار کرائے گئے، جو پہلے بہت اعلیٰ مٹھائی کی اقسام میں شمار کیے جاتے تھے اور یہ لڈو اعزہ واقرباء اور محلّہ والوں میں تقسیم کیے گئے۔

ان کا عالیشان ذائقہ آج بھی ذہن میں تازہ ہے، اور جس جس کو بھی وہ لڈو کھانے کی توفیق ہوئی اس سے بھی غیر رسمی تعریف کیے بغیر رہا نہ جاسکا۔

قرآن مجید کی نوافل میں پہلی قراءت وسماعت

یوں تو زمانۂ طالبِ علمی میں اکثر وبیشتر خانقاہ ومدرسہ میں واقع حضرت حاجی امداُ اللہ مہاجر مکی صاحب رحمہ اللہ، وحضرت حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ کی عبادت گاہوں والے حجروں میں (جو آج بھی سلامت ہیں) اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی نشستِ خاص والی جگہ سنن ونوافل پڑھتے رہنے اور چھٹی کے مختلف اوقات میں سبق وغیرہ ان مقامات پر بیٹھ کر یاد ومطالعہ کرنے کی بحمد اللہ تعالیٰ توفیق حاصل ہوتی رہتی، اوران متبرک مقامات کے انوار وبرکات سے اپنی نالائقی کے باوجود کافی کچھ حصہ حاصل ہونے کی نعمت میسر آتی رہتی تھی، پھر حفظِ قرآن مجید کی تکمیل کے بعد استاد صاحب کے حسبِ حکم ان متبرک مقامات پر نفل نماز میں پہلے قرآن مجید کی سماعت وقراءت کی سعادت حاصل ہوئی۔

بعد مغرب ایک اور طالبِ علم ساتھ ہوتے، باری باری ہر ایک سماعت اور قراءت کیا کرتا تھا (رات کے نوافل میں جہری قراءت اور اسی طرح دو یا تین افراد کی حد تک نفل کی جماعت کرنا فقہی اعتبار سے جائز ہے)

اس طرح نفل نماز میں ایک قرآن مجید سُن کر اور ایک سُنا کر مکمل کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اساتذۂ کرام اور والدینِ عظام کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔آمین۔

مدرسہ میں رات دن ان حجروں کی زیارت بلکہ ان میں بیٹھنے اُٹھنے کی بھی بحمد اللہ تعالیٰ توفیق ہوتی رہی، جہاں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے اجل اور عظیم خلفاؤں کا کسی زمانے میں قیام ہوا کرتا تھا، ایک حکیم الامت اور مجددِ وقت کی خانقاہ کی جو برکات ہیں، وہ بالکل ظاہر وباہر ہیں۔

پھر یہی خانقاہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی بھی مکہ مکرمہ ہجرت سے پہلے قیام گاہ اور عبادت گاہ رہ چکی تھی، اس نسبت کی برکات اپنی جگہ تھیں۔

اور شیخ محمد محدث تھانوی رحمہ اللہ بھی ایک عرصہ تک اسی خانقاہ میں مقیم رہے۔

اس طرح یہ مدرسہ وخانقاہ دراصل ایک دکانِ معرفت تھی، جہاں شیخ محمد محدث تھانوی جیسی علمی شخصیت، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جیسے عظیم صوفی اور حضرت حافظ ضامن شہید جیسے مجاہد اللہ والے حضرات کی

ہستیاں جمع تھیں۔اس طرح اس مدرسہ وخانقاہ کو ہمہ جہتی نسبتیں حاصل ہیں۔

میرے بچپن میں بالکل طالبِ علمی کی ابتداء میں مدرسہ کے مہتمم مولانا ظہورُ الحسن کسولوی تھے،ان کی وفات کے بعدان کے بڑے برخوردار مولانا نجم الحسن صاحب مہتمم ہوئے۔

حفظِ قرآن کے پورے زمانے میں میرے دادا مرحوم جناب منشی سلیمان صاحب بھی حیات تھے،جن کی سرپرستی بھی بحمداللہ تعالیٰ حاصل رہی؛اورصرف سرپرستی ہی نہیں ان کی مشفقانہ تربیت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شاملِ حال رہی،اوردراصل میری اس ابتدائی تعلیم میں میرے دادا ابا کی توجہات اور محنتیں ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔دوسری طرف والدہ محترمہ کے علاوہ ہماری دادی مرحومہ کی دعائیں بھی،دادی مرحومہ کی یہ عادت تھی کہ جب بھی ان کو سلام کیا جائے تو سلام کے جواب کے بعد وہ بہت لمبی چوڑی دعائیں دیا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حافظ،قاری،عالم،مفتی،حاجی بنائیں وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔آمین۔

مدرسہ اشرفُ العلوم گنگوہ میں داخلہ

حفظ کے بعد مدرسہ اشرفُ العلوم قصبہ گنگوہ میں داخل ہوکرایک واقعہ کی وجہ سے میں درمیان سال ہی میں واپس آ گیا تھا،اوروہ واقعہ بھی مار پٹائی سے متعلق تھا کہ طلبۂ کرام کی کسی اجتماعی شرارت اور مدرسہ کے کسی ضابطہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے جماعت کے سب طلبہ کو باری باری سزادی گئی تھی،جبکہ میں اس شرارت میں شریک نہ تھا،بلکہ اس واقعہ کے وقت میں مدرسہ میں بھی موجود نہ تھا بلکہ چھٹی پر تھا،لیکن سزا میں مجھ کو بھی شریک کرلیا گیا تھا،اوراس کی تحقیق کی نوبت نہیں آئی کہ میں اس واقعہ میں شریک نہ تھا۔

میرے حق میں سزا کا یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا،کیونکہ پیچھے گزر چکا ہے کہ بچپن سے میری مار پٹائی پر پابندی عائد تھی،اورمیں نے محبت وشفقت میں یہاں تک رسائی حاصل کی تھی،ورنہ اگر خدانخواستہ میرے ساتھ مار پٹائی اور تادیبی کارروائی کا رواجی سلسلہ جاری رہتا،تو شاید میں درمیان ہی میں دلبرداشتہ ہوکر تعلیم سے رہ جاتا۔

بہرحال اس واقعہ سے طبیعت پر گہرا اثر ہوا،اور وہاں سے درمیان سال ہی میں واپس امدادالعلوم تھانہ بھون آ گیا، یہاں میں نے کچھ تجوید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں، اس سال کی تکمیل پھر یہیں مدرسہ امدادُ العلوم تھانہ بھون میں ہوئی۔ (جاری ہے......)

تذکرۂ اولیاء امتیاز احمد

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

خواتین صحابیات کی علمی اور دینی خدمات

اسلام اور مسلمانوں کے امتیازات میں سے یہ امتیازی شان بھی نمایاں رہی ہے کہ اسلامی اور دینی علوم کی ترویج میں مردوں کی طرح عورتوں نے بھی پورا حصہ لیا ہے، اوران علوم کی تعلیم وتدریس ونشرواشاعت میں مردوں کے دوش بدوش خدمات انجام دی ہیں۔ خاص طور سے حدیث وفقہ میں عورتیں پیش پیش رہی ہیں۔صحابیات، تابعیات اوران کے بعد کی خواتین اسلام نے احادیث کی تدوین وترتیب اورروایت میں بھرپور حصہ لیا ہے۔اسی طرح فقہ وفتٰوی میں ان کی شاندار خدمات ہیں اور بہت سے حفاظِ حدیث اورائمہ فقہ نے اپنی جلالتِ شان کے باوجودان محدثات اورفقیہات سے استفادہ کیا جوعلم وعمل، روایت ودرایت، تفقہ اورزہدوتقویٰ میں مشہورزمانہ رہی ہیں۔

فقہ وفتویٰ کی باقاعدہ تدوین سے پہلے خاص خاص فقہاء وفقیہات اس میں مہارت وشہرت رکھتے تھے۔عہد رسالت میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس جملہ دینی علوم وامور کا مرکز تھی ہرقسم کے معاملات ومسائل آپ ﷺ کے سامنے پیش کئے جاتے تھے اور آپ ﷺ ان میں رہنمائی فرماتے تھے نیز اس زمانہ میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین فتویٰ دیا کرتے تھے، اسی طرح بعض صحابہ جومختلف مقامات کیلئے امیرومعلم بنا کر بھیجے جاتے تھے، کتاب وسنت کی روشنی میں افتاء کا کام کرتے تھے اور عام طبقات یعنی عوام میں بھی علم دین سیکھنے کا رجحان مثالی طور پر تھااس کے لئے علم کی مجالس قائم کی جاتی تھیں۔خواتین کسی گھر میں جمع ہوجاتیں اورآپس میں ضروریاتِ دین اورعلم کی باتیں سیکھتی تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی ان کو وعظ فرما دیا کرتے تھے اور پیش آمدہ مسائل کے بارے میں علم دین سیکھنے کے جذبے سے سرشار یہ خواتین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل سے متعلق سوالات کرتی تھیں۔

عورتوں کی نمائندہ

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ رضی اللہ عنہا بڑی عاقلہ فاضلہ اور دیندار صحابیہ تھیں ان کو صحابیات

نے اپنا ترجمان اور نمائندہ بنا کر خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا۔ انہوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں مسلمانوں کی بیویوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آئی ہوں، وہ کہتی ہیں............اور میں بھی کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں کی طرف مبعوث کیا ہے، ہم عورتیں آپ ﷺ پر ایمان لائیں، اور آپ کی اتباع کی، ہم پردہ نشین، گھروں میں رہنے والی ہیں اور مرد حضرات نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ جنازہ اور جہاد میں شرکت کرتے ہیں۔ اس وجہ سے فضیلت اور ثواب پاتے ہیں..........جب وہ جہاد میں جاتے ہیں تو ہم ان کے مال و اولاد کی حفاظت و پرورش کرتی ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ کیا ان صورتوں میں ہم بھی اجروثواب میں مردوں کے برابر شریک ہوسکتی ہیں؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسماء بنت یزید کی یہ دلپذیر تقریر سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا کہ اسماء بنت یزید سے پہلے تم لوگوں نے دین کے بارے میں اس سے بہتر سوال کسی عورت سے سنا تھا؟ صحابہ نے نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اسماء جاؤ ان عورتوں کو بتادو کہ تم میں سے کسی عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ حسن سلوک، اس کی رضا جوئی اور اس کے مزاج کے مطابق اتباع، ان تمام باتوں کے برابر ہے جن کا ذکر تم نے مردوں کے متعلق کیا ہے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بشارت سن کر اسماء رضی اللہ عنہا خوشی کے ساتھ تسبیح وتہلیل کہتی ہوئی چلی گئیں اور عورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سنائی۔

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ صحابیات میں علم دین حاصل کرنے کا کس قدر اہتمام تھا وہ اسکے لئے اجتماعی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضہ کرتی تھیں۔ اور آپ ﷺ ان کو تعلیم دیا کرتے تھے۔

فقیہات (یعنی دین میں پورا رسوخ اور گہری سمجھ رکھنے والی) صحابیات

صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح صحابیات میں بھی محدثہ، فقیہہ، عالمہ، فاضلہ، مفتیہ، کاتبہ تھیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ''فقیہۃ الامت'' تھیں۔ ابوسلمہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وسنن، فقہی آراء، آیت کا شان نزول اور فریضہ کے بارے میں اگر سوالات ومعلومات کی ضرورت جب بھی پڑی ہے تو میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر تمام ازواج مطہرات کا علم بلکہ تمام مسلمان عورتوں کا علم جمع کیا جائے اور اس کے مقابلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم جمع کیا جائے تو ان کا علم سب سے اعلیٰ وافضل ہوگا۔

Idara Ghufran

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی فقیہہ اور مفتیہ تھیں۔ حضرت زینب بنت ابوسلمہ حضرت ام سلمہ کی لڑکی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پروردہ تھیں۔ ان کے بارے میں لکھا ہے **کانت من افقه نساء اهل زمانها** وہ اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے بڑی فقیہ تھیں۔ ابورافع تابعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں مدینہ میں کسی عورت کو فقیہہ سمجھتا ہوں تو زینب بنت ابوسلمہ کو۔ اسی طرح حضرت ام ابوالدرداء الکبریٰ نہایت عاقلہ، فاضلہ، عابدہ اور واسعۃ العلم فقیہہ صحابیہ تھیں۔

کاتبات صحابیات

بہت سی صحابیات لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ امہات المومنین میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما پڑھنا جانتی تھیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا لکھنا پڑھنا دونوں جانتی تھیں۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ عدویہ رضی اللہ عنہا لکھنا جانتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے جس طرح حفصہ کو نملہ (پھوڑے) کا رقیہ (دم کرنا) سکھایا ہے، کتابت بھی سکھا دو۔ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت کریمہ بنت مقداد رضی اللہ عنہا لکھنا جانتی تھیں۔ ایں خانہ آباد بدولتِ ایشاں۔

پیارے بچو! ابوفرحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

شکاری اور سپاہی

پیارے بچو! ایک شکاری دریا پر سارادن مچھلیاں پکڑ کر بازار میں لے جا کر بیچتا تھا، بس یہی اس کا کام تھا اسی پر اس گذر بسر ہوتا تھا...... مچھلیاں پکڑتا پھر بازار میں جا کران کو بیچتا اور گھر کا سامان سودا خرید کر لاتا تھا آج کل بھی بہت لوگوں کا یہی کاروبار ہے۔مگر اب تو مچھلی پکڑنے کے بڑے جدید طریقے ایجاد ہوگئے ہیں۔لوگ گہرے سمندروں میں جہازوں میں سوار ہوکر مچھلی کا شکار کرتے ہیں اور یہ بھی بہت بڑا کاروبار ہوگیا ہے۔ایک دن اس شکارے کوتالاب پر بیٹھے ہوئے سارادن گذر گیا شام ہونے کو تھی......کوئی مچھلی ہاتھ نہیں آئی...... کہ اچانک اس کے جال میں ایک بہت بڑی مچھلی آ گئی......وہ بہت خوش ہوگیا کہ آج تو اللہ نے اتنا اچھا شکار دے دیا اس نے اللہ کا شکرادا کیا اور گھر چلنے کی تیاری کرنے لگا......

ایک موٹا سا پولیس سپاہی اس کو دیکھ رہا تھا، اس سپاہی نے فوراً وہ مچھلی شکاری سے چھین لی شکاری نے جب اس سپاہی سے اپنی مچھلی مانگی تو سپاہی نے شکاری کی ڈنڈے سے خوب مار لگائی، آخر وہ غریب شکاری بیچارا کیا کرتا، رودھوکر خالی ہاتھ اپنے گھر چلا گیا، شکاری کی بیوی یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئی، اس نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کیا کسی سے لڑائی جھگڑا ہوگیا؟ یہ اتنی زیادہ چوٹیں کیسے لگیں؟ پھر شکاری نے سارا ماجرا سنایا کہ آج تو اتنی بڑی مچھلی پکڑی تھی مگر ایک سپاہی نے وہ مچھلی بھی چھین لی اور واپس مانگنے پر اتنی بے دردی سے مار بھی لگائی...... یہ سن کر بیوی کو بہت صدمہ ہوا......افسوس جو پولیس بادشاہ سلامت نے عوم کی خدمت اور حفاظت کے لئے لگائی ہے جب وہ ہی عوام کو لوٹنے لگے تو آخر غریب بیچارہ شکایت کس سے کرے......

ادھر سپاہی مچھلی لے کر اپنے گھر کی طرف جارہا تھا کہ راستہ میں مچھلی نے اس کے ہاتھ کے انگوٹھے میں کانٹا ماردیا......اس ذرا سے کانٹے کے لگنے کی وجہ سے ہاتھ میں اس قدر درد اور تکلیف ہوئی کہ کسی صورت آرام نہ ملا ساری رات درد کی وجہ سے جاگتے ہوئے اور ہائے ہائے کرتے گذر گئی۔صبح ہوئی تو ڈاکٹر کے یہاں گیا......ڈاکٹر نے دواوغیرہ دی، پٹی باندھی، مگر نہ آرام آنا تھا اور نہ آرام آیا، وہ زخم پکتا رہا یہاں تک کہ پورا انگوٹھا خراب ہوگیا......ڈاکٹر نے کہا کہ انگوٹھے میں زہر پھیل گیا اس کو کاٹنا پڑے گا......آخر انگوٹھے کو کٹوانا ہی پڑا......مگر انگوٹھا کٹنے کے بعد بھی زخم اندر ہی اندر پکتا رہا دوبارہ پھر بڑے ڈاکٹر کو دکھایا......اس

Idara Ghufran

ڈاکٹر نے دوا وغیرہ دی...... کچھ پرہیز بتائے اور کہا کہ علاج میں سستی نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہاتھ ہی خراب ہو جائے اور پورے ہاتھ میں زہر پھیل جائے۔ سپاہی صاحب اپنی نوکری سے بھی گئے اور ہزاروں روپے علاج پر خرچ ہو رہے تھے...... مگر آرام کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ بلکہ اس مثال کی مصداق ہو گیا ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' ڈاکٹروں نے پھر تجویز دیا کہ ہاتھ کو کاٹنا پڑے گا ورنہ زہر کے جسم میں پھیلنے کا اندیشہ ہے...... مجبوراً ہاتھ کٹوا دیا...... پھر بھی تکلیف کم نہ ہوئی زخم ٹھیک ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا...... اپنی زندگی سے مایوسی ہونے لگی تھی، پھر تو سپاہی کو محسوس ہونے لگا کہ شاید یہ زخم جان ہی لے کر رہے گا...... رو رو کر دعائیں بھی کرتا...... دوا علاج میں بھی کوئی کسر نہ تھی مگر کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا سوکھ کا کانٹا سا ہو گیا تھا پھر کسی اللہ والے سے ملاقات ہوئی اسے سارا دکھڑا سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اسی مچھیرے کی بددعا کا اثر ہے...... ارے یوں کب تک اپنے جسم کے ایک ایک عضو کو کٹواتا رہے گا...... جا کر اس غریب مچھیرے سے معافی مانگ لے...... یہ سنتے ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور روتا ہوا مچھیرے کو ڈھونڈنے نکل گیا۔ وہ مچھیرا دریا پر بیٹھا مچھلیاں پکڑ رہا تھا سپاہی نے فوراً جا کر اس کے پیر پکڑ لئے رو رو کر اس سے معافی مانگنے لگا بھائی مجھے معاف کر دے...... بھائی میرے حال پر رحم کھا، خدا کے لئے مجھے معاف کر دے، مچھیرے نے اس کو نہیں پہچانا، پہچانتا بھی کیسے، کیوں کہ جب وہ سپاہی تھا تو زبردست رعب بڑی بڑی مونچھیں موٹا تازہ تھا اور اب دبلا پتلا اور بہت کمزور، مچھیرے نے پوچھا بھائی تو کون ہے، کیا کہہ رہا ہے کس بات کی معافی مانگ رہا ہے؟ پھر اس نے بتایا کہ میں وہی سپاہی ہوں جس نے تیری مچھلی تجھ سے چھینی تھی اور تیرے اوپر ظلم کیا تھا۔ اللہ نے مجھے اس کی یہ سزا دی ہے کہ آج میں معذور ہو چکا ہوں۔ یہ سن کر مچھیرے کا بھی دل بھر آیا اس نے سپاہی کو دل سے معاف کیا، پھر کچھ دنوں میں اس سپاہی کا اللہ تعالیٰ نے زخم بھی ٹھیک کر دیا، مگر ایک ہاتھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو گیا۔

پیارے بچو! ہمیں ہر کام ایمانداری سے کرنا چاہئے ظلم و زیادتی اور کسی کا حق مارنے اور کمزوروں کو ستانے سے بہت ڈرنا اور بچنا چاہئے **پیارے بچو!** کمزوروں پر کبھی ظلم نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مظلوم کی آہ اور بددعا سے اللہ تعالیٰ کا عرش ہل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیں سیدھے راستہ پر چلائے۔ آمین۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن　　　　که رحمتِ حق بہر استقبالِ او آمد

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود (قسط ۷)

معزز خواتین! چہرے کے علاوہ بقیہ جسم کی زیب وزینت سے متعلق احکام ملاحظہ فرمائیں:

ناخنوں سے متعلق شرعی ہدایات

اس سلسلے میں سب سے پہلی اور بنیادی درجے کی ہدایت تو یہ ہے کہ ناخنوں کو غیر فطری طور پر بڑھا کر نہ رکھا جائے بلکہ شریعت کی طرف سے مقرر کردہ مناسب وقفے سے انکے تراشنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ مسلم شریف کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

> دس چیزیں فطرت میں سے ہیں مونچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا (اور اس کی صفائی کرنا)، ناخن کاٹنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، بغلوں کے بال نوچنا، زیر ناف بال صاف کرنا، پانی سے استنجاء کرنا...... (حدیث کے راوی زکریا کہتے ہیں کہ) اور میرا گمان یہ ہے کہ دسویں چیز کلی کرنا ہے (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

فطرت کی پہلی تشریح

اس حدیث شریف میں ان دس باتوں کو فطرت میں سے قرار دیا گیا ہے اس کا ایک مطلب بعض محدثین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے اس لئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ فطرت کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اس تشریح کی بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام نے جس طریقہ پر خود زندگی گزاری ہے اور اپنی اپنی امتوں کو جس طریقے پر چلنے کی ہدایت کی ہے اس میں یہ دس باتیں (جن میں ناخن تراشنا بھی شامل ہے) شامل تھیں۔ گویا یہ دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی متفقہ تعلیم اور ان کے مشترکہ معمولات میں سے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ناخن کاٹنے کی کس قدر اہمیت ہے کہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اس کام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اس لئے ہمیں بھی اس عمل کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ اہتمام کے ساتھ سنت انبیاء سمجھتے ہوئے

Iqra Ghufran

اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ آجکل فیشن کی ماری خواتین کو خوف کھانا چاہئے کہ وہ صرف اندھے فیشن کی خاطر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی متفقہ تعلیم کی کتنی دیدہ دلیری کے ساتھ مخالفت کرتی ہیں، ناخن بڑے بڑے رکھتی ہیں، اور طرہ یہ کہ اس کو کچھ گناہ ہی نہیں سمجھتیں جس سے ایمان ہی چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

فطرت کی دوسری تشریح

بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ حدیث پاک میں فطرت سے مراد دینِ فطرت یعنی دینِ اسلام ہے۔ اس تشریح کے مطابق حدیث پاک کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ دس چیزیں (جن میں ناخن تراشنا بھی شامل ہے) دینِ فطرت یعنی اسلام کے اجزاء واحکام میں سے ہیں۔ اگر اس تشریح کو اختیار کیا جائے تب بھی ناخن تراشنے کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے اس لئے کہ اسلام بہت سارے احکام کا مجموعہ ہے اور انسان کامل مسلمان تب ہوگا جب اسلام کے سارے احکام پر عمل پیرا ہو۔ اگر کوئی مسلمان خاتون ایسی ہو کہ نماز روزے کی بھی پابند ہو۔ عقائد ونظریات بھی صحیح رکھتی ہو اخلاق و عادات بھی سب اچھی ہوں۔ پردے کے تقاضے بھی پورے کرتی ہو۔ حقوق العباد بھی ادا کرتی ہو۔ شوہر کی خدمت واطاعت بھی کرتی ہو۔ ذکر وتلاوت کا معمول بھی رکھتی ہو غرضیکہ شریعت کے تمام احکام بجالاتی ہو لیکن ناخن بڑھا رکھے ہوں تو وہ کامل مسلمان کہلانے کی حقدار نہ ہوگی تو دیکھئے ایک ناخن تراشنے کے حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے وہ مکمل اسلام کا درجہ پانے سے محروم ہوگئی تو اس طرح دیگر احکام نماز، روزہ، پردہ وغیرہ کی طرح ناخن تراشنے کے حکم کی اپنی اہمیت ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک خاتون انتہائی خوبصورت ہو اس کا چہرہ، اسکے ہونٹ، اسکے دانت، اس کی آنکھیں، اس کا ناک، اسکی گردن، اس کے بازو، ہاتھ پاؤں غرضیکہ تمام اعضاء مناسب اور خوبصورت ہوں لیکن اس کے ناخن نہ ہوں یا بھدے ہوں تو وہ کامل خوبصورت نہیں کہلائے گی حالانکہ صرف ناخنوں میں بدصورتی ہے لیکن یہ اس کے حسن کو داغدار کر رہی ہے تو جیسے کوئی خاتون یہ پسند نہیں کرتی کہ اسکے ناخن بھدے اور بدصورت ہوں اسی طرح اسے ناخنوں سے متعلق اسلامی ہدایت کی خلاف ورزی بھی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ بدعملی اس کے اسلام کو ناقص کرتی ہے۔

غور فرمائیے کہ ناخنوں سے متعلق اسلامی حکم کی رعایت کس قدر اہمیت رکھتی ہے جس کے بارے میں آج کل کی فیشن پسند خواتین شاید سوچنا بھی گوارا نہ کرتی ہوں۔

فطرت کی تیسری تشریح

اور بعض شارحین نے فطرت سے مراد انسان کی اصل فطرت و جبلت مراد لی ہے۔اس تشریح کی بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ دس چیزیں (جن میں ناخن تراشنا بھی شامل ہے) انسان کی اس اصل فطرت کا تقاضا ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کی بنائی ہے گویا جس طرح انسان کی اصل فطرت یہ ہے کہ وہ پیشاب پاخانہ جیسی گندی چیزوں سے گھِن اور نفرت کرتا ہے اور پاکیزہ، صاف ستھری اور خوبصوت چیزوں کی طرف رغبت کرتا ہے اور اس کے لئے اسے کسی تعلیم کی یا کسی کے بتانے، سمجھانے اور ترغیب دینے کا انتظار نہیں ہوتا اور نہ وہ اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے بلکہ خود بخود ہی فطری طور پر یہ چیز اسے حاصل ہوتی ہے اسی طرح ان دس باتوں کے بارے میں انسان کی فطرت ہی اس کی رہنمائی کرنے کے لئے کافی ہے چنانچہ اگر حدیث وغیرہ میں ان باتوں کی صراحت نہ بھی ہوتی تب بھی ہر انسان فطری طور پر ان باتوں کو خود بخود سمجھ لیتا اور عمل پیرا ہو جاتا۔اور کسی تعلیم و ترغیب کا منتظر نہ رہتا۔اس تشریح کے اعتبار سے بھی ناخن تراشنے کی اہمیت واضح ہے لیکن بُرا ہو فیشن کی وباء کا کہ جس نے آجکل کی مسلمان خواتین کی فطرت ہی کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے کہ جو کام بغیر کسی تعلیم و ترغیب کے محض فطری طور پر خود بخود کر لینے کے تھے وہ باوجود تعلیم و ترغیب کے بھی عمل میں آنے مشکل ہو رہے ہیں فیاللعجب۔اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے آمین۔

اس لئے تمام مسلمان خواتین کو چاہئے کہ وہ ناخنوں سے متعلق شرعی احکامات کو معمولی نہ سمجھیں بلکہ اہتمام کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہوں اور اس کو اپنی سعادت سمجھیں۔

ناخن کاٹنے کی مدت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

> ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم مونچھیں کاٹنے، ناخن ترشوانے، زیر ناف بال اور بغل کے بال صاف کرانے میں چالیس دن سے زیادہ وقت نہ گزاریں (مسلم شریف ج ا ص ۱۲۹)

ہر ہفتہ میں ایک بار ناخن کاٹنا مستحب ہے اور افضل یہ ہے کہ جمعہ کے روز جمعہ سے پہلے کاٹے جائیں اور اگر ہر ہفتے نہ ہو سکے تو پندرہویں دن کاٹ لئے جائیں اور اگر اس سے بھی تاخیر ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک چھوڑے رکھنے کی گنجائش ہے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں اگر چالیس دن گزر گئے اور ناخن نہ تراشے تو گناہ ہوا پھر جب تک نہ تراشے گی مسلسل گناہ ہوتا رہے گا (ملاحظہ ہو بہشتی زیور تیسرا حصہ ص ۶۵ مع

حاشیہ اور عورت کیلئے بناؤ سنگار کے شرعی احکام ص ۱۴۵ از مفتی کمال الدین احمد راشدی صاحب)

ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں ناخن وغیرہ نہ کاٹنے کا مسئلہ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب ذی الحجہ کا چاند نظر آ جائے (یعنی ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے) اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ جسم کے کسی حصہ کے بال اور ناخن نہ کاٹے (مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد)

وضاحت: اس حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے ناخن نہ کاٹے اور سر، بغل اور ناف کے نیچے، بلکہ بدن کے کسی حصہ کے بال بھی نہ کاٹے، لیکن یاد رہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے ضروری نہیں لہٰذا اگر کوئی شخص (یا خاتون) قربانی سے پہلے ایسا کرلے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور اس سے قربانی میں کوئی خلل نہیں آتا البتہ قربانی سے پہلے اگر چالیس روز گزر گئے ہوں تو پھر ناخن کاٹنا اور ناف کے نیچے اور بغل کے بالوں کی صفائی ضروری ہے (احسن الفتاوی، شامی) (ماخوذ از ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام ص ۱۵ وص ۱۶ از حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہٗ)

ناخن کاٹنے کا طریقہ

سنت کی ادائیگی کیلئے ناخن کاٹنے کے کسی مخصوص طریقہ کی پابندی نہیں ہے لہٰذا جس طرح بھی کاٹے جائیں درست ہے البتہ بعض فقہائے کرام نے ناخن کاٹنے کے آداب میں یہ طریقہ بیان فرمایا ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ناخن کاٹنے شروع کرے اور ترتیب وار چھوٹی انگلی تک کاٹ لے پھر بائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور ترتیب وار انگوٹھے تک کاٹ لے پھر آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹ لے بہر حال اگر اس ترتیب سے کاٹ لئے جائیں تو بہتر ہے۔

اسی طرح ہاتھ کے ناخن کاٹ کر پاؤں کے ناخن کاٹے اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے ناخن کاٹنا شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کرے اور چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔

مصنوعی ناخن لگانا

آجکل بعض خواتین اپنے اصلی ناخن تو بڑے نہیں کرتیں لیکن شادی بیاہ وغیرہ جیسی تقریبات کے موقع پر یا ویسے ہی محض فیشن کے طور پر لمبے اور نوکدار قسم کے نمائشی ومصنوعی ناخن بازار سے خرید کرانہیں اپنے حقیقی ناخنوں پر چسپاں کرلیتی ہیں جس سے دیکھنے والوں کو ناخن بڑے بڑے معلوم ہوتے ہیں تو اگر ان ناخنوں سے وضواور غسل میں خلل واقع نہ ہو تب بھی ایک گناہ کی شکل اور مشابہت اختیار کرنا اور دیکھنے والوں کیلئے ناخن بڑے کرنے کی ترغیب وتائید کا ذریعہ بننا بھی جائز نہیں اور اجنبی ونامحرموں کو دکھانے کیلئے یہ عمل کرنا زیادہ سخت گناہ ہے نیز اس میں فیشن پرستی، نمائش اور بڑائی کا جذبہ ہونا بھی واضح ہے اسی طرح کافراور فاسق وفاجر عورتوں کی مشابہت کا عنصر بھی اس میں نمایاں ہے جس سے اس کام کا گناہ ہونا بالکل واضح ہے اور اگر وضواور غسل کرتے وقت ان مصنوعی ناخنوں کی وجہ سے اصل ناخنوں یا انگلی کے کسی حصہ پر پانی نہ پہنچے تو وضواور غسل کا فریضہ بھی ادا نہ ہوگا اس لئے اس رسم سے بھی اہتمام کے ساتھ بچنا ضروری ہے۔

ناخن پالش کی بلا

آجکل فیشن کی دلدادہ عورتوں اور خصوصاً نوجوان لڑکیوں میں ناخن بڑھانے کے مرض کے ساتھ ساتھ ناخن پالش کا مرض بھی عام ہو چکا ہے۔ ناواقف عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ناخن پالش لگانے سے وہ خوبصورت اور پرکشش نظر آتی ہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے عورت کے دیگر اعضاء کی طرح ناخنوں میں جو فطری حسن رکھا ہے ناخن پالش لگانے سے وہ بھی چھپ جاتا ہے اور مسلسل لگاتے رہنے سے وہ فطری حسن اور چمک ختم ہی ہو جاتی ہے اس لئے ناخن پالش لگا کر اپنے آپ کو خوبصورت سمجھنا کم عقلی ہے۔

پھر اس میں شرعی لحاظ سے ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ ناخن پالش کی تہہ جم جاتی ہے اور جب تک اس کو اچھی طرح کھرچ کر صاف نہ کرلیا جائے ناخنوں تک پانی نہیں پہنچ سکتا اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر انسان کے جسم پر کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہو جو جسم تک پانی کو پہنچنے سے روک دے تو جب تک اس چیز کو دور نہ کرلیا جائے نہ وضو درست ہوتا ہے اور نہ غسل۔ آدمی ناپاک کا ناپاک ہی رہتا ہے۔ نہ نماز پڑھنے کے قابل اور نہ قرآن چھونے کے لائق بلکہ یہاں تک علماء نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی خاتون اسی حالت میں انتقال کر جائے تو جب تک ناخن پالش صاف نہ کرلی جائے اس وقت تک وہ غسل دینے سے پاک نہ ہوگی (ملاحظہ ہو آپ کے مسائل ج ۲ ص ۴۷ ومابعد)

اور غسل کے بغیر اس کا جنازہ درست نہیں ہوگا اور جنازہ درست ہوئے بغیر دفن کرنا بھی غلط ہوگا۔خدا کی پناہ۔اس لئے دینداری کا تقاضا یہ ہے کہ اس بلاء سے بھی اپنے آپ کو اور اپنی بچیوں کو مکمل طور پر محفوظ رکھا جائے۔

(البتہ ناخن پالش کی بجائے مہندی وغیرہ سے ناخنوں کو رنگ لینا نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے ایک حدیث شریف سے اس کی رہنمائی ملتی ہے)

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس) نے لکھی ہوئی کوئی چیز (پردے کے پیچھے سے) ہاتھ بڑھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دینا چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک کھینچ لیا اس عورت نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو رقعہ دینا چاہا مگر آپ نے وصول نہیں فرمایا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں ہوا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا؟ (اسی لئے میں نے ہاتھ کھینچ لیا) اس عورت نے عرض کیا کہ عورت کا ہاتھ ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم عورت ہوتو تم اپنے ناخنوں کو مہندی سے رنگ تو لیتیں (سنن نسائی کتاب الزینہ، الخضاب للنساء ج ۲ ص ۲۷۹)

ایک شبہ کا جواب

بعض خواتین کو اس حدیث کی بنیاد پر شاید یہ شبہ ہو کہ جسطرح مہندی لگے ہوئے ہونے کی حالت میں وضو اور غسل درست ہو جاتا ہے اسی طرح ناخن پالش لگے ہوئے ہونے کی حالت میں بھی وضو غسل درست ہو جاتا ہوگا کیونکہ جس طرح مہندی کا رنگ ہے اسی طرح ناخن پالش بھی رنگ کی ہی ایک ترقی یافتہ شکل ہے حالانکہ ناخن پالش کو مہندی پر قیاس کرنا ایک سنگین اور واضح ترین غلطی ہے کیونکہ جب مہندی لگا کر کچھ دیر بعد اس کی تہہ اتار دی جاتی ہے تو اس کے بعد جسم پر مہندی کی صرف رنگت باقی رہ جاتی ہے اور مہندی کا رنگ جسم کے اندر جذب ہو جاتا اور سرایت کر جاتا ہے پھر اس کے اوپر پانی ڈالنا ناخن اور جسم پر ہی پانی ڈالنا کہلاتا ہے اس کے برخلاف ناخن پالش ایک دلدار اور تہہ دار چیز ہوتی ہے خالی بغیر جسم کے کوئی رنگ نہیں ہوتا اس لئے اس کا حکم مہندی سے مختلف ہونا واضح ہے اور ناخن پالش کو مہندی پر قیاس کرنا غلط ہے۔(واللہ الموفق)

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

سعی کا مفہوم اور جمعہ کی پہلی اذان پر سعی کا وجوب

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید میں جمعہ اذان پر ذکرُ اللہ کے لیے سعی اور خرید وفروخت چھوڑنے کا جو حکم ہے۔

(۱)......اس میں ذکرُ اللہ سے کیا مراد ہے؟ آیا جمعہ کا خطبہ یا جمعہ کی نماز؟

(۲)......اور سعی کا مفہوم کیا ہے؟ لغت میں سعی کے معنیٰ دوڑنے کے آتے ہیں، کیا جمعہ کے لیے دوڑ کر جانے کا حکم ہے؟

(۳)......اذان کے بعد فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے؟ جبکہ کہا یہ جاتا ہے کہ خریدنا بھی منع ہے، اور اس کے علاوہ ہر کام منع ہے؛ اس کی کیا تفصیل ہے؟

(۴)......نیز سعی اور دوسرے جو بھی کام منع ہیں، یہ حکم پہلی اذان پر ہے، یا دوسری اذان پر؟ کیونکہ یہ آیت پہلے نازل ہوئی اور جمعہ کی دوسری اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوئی، اس صورت میں قرآن مجید کا یہ حکم پہلی اذان پر کیسے صادق آتا ہے؟

آج کل دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے لوگ جمعہ کی دوسری اذان یا اس کے بھی بعد مسجد میں پہنچتے ہیں، بعض اوقات خطبہ بھی ہو چکا ہوتا ہے اور اس سے پہلے اپنے روزمرّہ کے مشاغل میں مصروف رہتے ہیں، بعض لوگ تو کاروباری مصروفیات جاری رکھتے ہیں، اور بعض لوگ گھروں میں ویسے ہی اچھل کود میں لگے رہتے ہیں، یا ٹی وی وغیرہ کے پروگراموں میں مصروف رہتے ہیں، اس سلسلہ میں شریعت کا جو حکم ہے وہ ذرا مفصّل انداز میں بیان کر دیا جائے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت اور ترغیب کئی احادیث میں آئی ہے، اور فضیلت کا وقت صبح سویرے سے شروع ہو جاتا ہے، اس لیے اس فضیلت کے حاصل کرنے کا طریقہ تو یہ ہے کہ جمعہ کی اذان کا انتظار نہ

Idara Ghufran

کیا جائے، اور جتنی جلدی ہو سکے مسجد میں جمعہ کے لیے پہنچ جائے؛ لیکن ظاہر ہے کہ یہ فضیلت والا معاملہ ہے، فرضیت والا معاملہ نہیں۔

جہاں تک جمعہ کی سعی فرض یا واجب اور خرید وفروخت وغیرہ کی ممانعت ہونے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن مجید کی وہ آیت ملاحظہ فرمائیں، جس سے یہ حکم ثابت ہے۔ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورة الجمعة آيت نمبر ۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لیے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو، اور خرید وفروخت چھوڑ دیا کرو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو'' (ترجمہ ختم)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن نماز کی اذان ہوتے ہی اللہ کی یاد (جس سے مراد خطبہ ونماز ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے) کی طرف چلنے کا حکم فرمایا ہے، اور اس حکم کے بعد مزید تاکید یہ فرمائی کہ اذان کے بعد خرید وفروخت (اور دوسرے ایسے سارے مشاغل جو اس سعی میں مخل ہوں، جیسا کہ آگے آتا ہے) چھوڑ دیا کرو۔

پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تمہارا خطبہ وجمعہ کی طرف چل پڑنا اور خرید وفروخت وغیرہ تمام مشاغل کو چھوڑ دینا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس کا نفع باقی ہے اور خرید وفروخت اور دوسرے دنیوی مشاغل کا نفع فانی ہے۔

لیکن یہ بات اسی وقت سمجھ میں آ سکتی ہے جبکہ عقل اور سمجھ بوجھ ہو۔

اصل حکم تو سعی کا ہی ہے، لیکن جو کام سعی میں مُخل تھے، ان سے بھی اس سعی کے حکم میں مخل واقع ہونے کی وجہ سے منع کر دیا گیا۔

اسی سے فقہائے کرام نے یہ حکم نکالا ہے کہ جمعہ کی اذان ہونے پر سعی یعنی جمعہ کی طرف چلنا واجب ہے، اور اس کے علاوہ خرید وفروخت اور دوسرے سب مشاغل ''حرام'' ہیں، جو جمعہ کی طرف چلنے میں مُخل ہوں

اب آپ کے تینوں سوالوں کے جوابات الگ الگ بالترتیب تحریر کیے جاتے ہیں:

''ذکرُ اللہ'' سے مراد خطبہ وجمعہ کی نماز ہے

(۱)......آپ کا یہ سوال کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ذکرُ اللہ سے کیا مراد ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تحقیق کے مطابق اس سے جمعہ کی نماز مراد ہے، اور ایک تحقیق کے مطابق خطبہ مراد ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مذکورہ دونوں چیزوں کا مجموعہ مراد ہے، اور دونوں کا مجموعہ مراد لینا زیادہ بہتر ہے، اس سے دونوں تحقیقات پر عمل ہوجاتا ہے۔

اس کی تائید میں چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ذکرُ اللہ'' سے مراد نمازِ جمعہ بھی ہوسکتی ہے، اور خطبۂ جمعہ، جو نمازِ جمعہ کے شرائط وفرائض میں داخل ہے، وہ بھی، اس لیے مجموعہ دونوں کا مراد لیا جائے، یہ بہتر ہے'' (معارف القرآن جلد۸ صفحہ۴۴۲)

تفسیرِ مظہری میں ہے:

فَالظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالذِّكْرِ اَلصَّلاَةُ وَيَجُوْزُ اَنْ يُّرَادَ بِهِ الْخُطْبَةُ وَالْاَوْلٰى اَنْ يُّرَادَ بِهِ الْخُطْبَةُ وَالصَّلاَةُ جَمِيْعًا بِصِدْقِهٖ عَلَيْهِمَا مَعًا (التفسير المظهرى جلد۹ صفحه ۲۸۲)

ترجمہ: ''پس راجح یہی ہے کہ ذکر سے مراد نماز ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے خطبہ مراد ہو، اور بہتر یہ ہے کہ اس سے خطبہ اور نماز دونوں مراد لی جائیں، کیونکہ ذکر کے الفاظ خطبہ اور نماز دونوں پر اکٹھے صادق آتے ہیں'' (ترجمہ ختم)

فتح القدیر میں ہے:

رَتَّبَ الْاَمْرَ بِالسَّعْيِ لِلذِّكْرِ عَلَى النِّدَآءِ لِلصَّلاَةِ فَالظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالذِّكْرِ اَلصَّلاَةُ وَيَجُوْزُ كَوْنُ الْمُرَادِ بِهِ الْخُطْبَةَ (فتح القدير جلد۲، باب صلاة الجمعة، كذا فى العناية شرح الهداية، جلد۲، باب صلاةالجمعة)

ترجمہ: ''ذکر کے لیے سعی کا حکم مرتب فرمایا ہے، نماز کے لیے اذان پر، پس ظاہر یہی ہے کہ ذکر سے مراد (جمعہ کی) نماز ہے، اور ذکر سے جمعہ کا خطبہ مراد لینا بھی درست ہے'' (ترجمہ ختم)

البدائع الصنائع میں ہے:

قِيْلَ ذِكْرُ اللهِ هُوَ صَلاَةُ الْجُمُعَةِ وَقِيْلَ هُوَ الْخُطْبَةُ (البدائع الصنائع جلد۱، فصل

صلاۃ الجمعۃ)

ترجمہ: ''کہا گیا ہے کہ ذکرُ اللہ سے مراد جمعہ کی نماز ہے اور کہا گیا ہے کہ خطبہ مراد ہے'' (ترجمہ ختم)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ذکراللہ سے مراد خطبہ اور جمعہ کی نماز ہے، لہٰذا خطبہ و جمعہ کی طرف سعی کرنا واجب ہے۔

اذانِ جمعہ کے بعد سعی کرنے کا مطلب

(۲)......سورہ جمعہ کی مذکورہ آیت میں جمعہ کی اذان ہونے پر سعی اور بیع کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے، اس میں سعی سے مراد دوڑنا اور بھاگنا نہیں ہے، بلکہ خطبہ و جمعہ کی نماز کے لیے اہتمام کے ساتھ چلنا مراد ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سعی سے مراد دوڑنا نہیں ہے، صرف چلنا ہے؛ اہتمام ومبالغہ کے لیے سعی فرمایا'' (بیانُ القرآن جلد۱۲صفحہ۷)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

سعی کے معنیٰ دوڑنے کے بھی آتے ہیں، اور کسی کام کو اہتمام کے ساتھ کرنے کے بھی؛ اس جگہ یہی دوسرے معنیٰ مراد ہیں، کیونکہ نماز کے لیے دوڑتے ہوئے آنے کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب نماز کے لیے آ ؤ تو سکینت اور وقار کے ساتھ آ ؤ، آیت کے معنیٰ یہی ہیں کہ جب جمعہ کے دن جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، یعنی نماز وخطبہ کے لیے مسجد کی طرف چلنے کا اہتمام کرو، جیسا دوڑنے والا کسی دوسرے کام کی طرف توجہ نہیں دیتا، اذان کے بعد تم بھی کسی اور کام کی طرف بجز نماز وخطبہ کے توجہ نہ دو (معارف القرآن عثمانی جلد۸صفحہ۴۴۱)

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے:

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ، اَیْ اُقْصُدُوْا وَاعْمَدُوْا وَاهْتَمُّوْا فِیْ سَیْرِکُمْ اِلَیْهَا وَلَیْسَ الْمُرَادُ بِالسَّعْیِ هٰهُنَا الْمَشْیُ السَّرِیْعُ وَاِنَّمَا هُوَ الْاِهْتِمَامُ بِهَا (تفسیر ابن کثیر جلد۴ صفحہ ۴۶۷، سورۃ الجمعۃ)

ترجمہ: ’’اور اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو، یعنی ارادہ وقصد کرو اور اس کی طرف چلنے کا اہتمام کرو، اور یہاں ’’سعی‘‘ سے مراد دوڑ کر چلنا نہیں ہے، بلکہ اس کا اہتمام کرنا مراد ہے‘‘

امام ابنِ قدامہ فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالسَّعْيِ هَاهُنَا اَلذِّهَابُ اِلَيْهَا لاَ الْاِسْرَاعُ (المغنی لابنِ قدامة جلد ۲، کتاب صلاة الجمعة)

ترجمہ: ’’یہاں سعی سے مراد جمعہ کی طرف جانا ہے، نہ کہ دوڑنا‘‘ (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقْرَؤُهَا فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُ لَوْقَرَأْتُهَا فَاسْعَوْا لَسَعَيْتُ حَتّٰى يَسْقُطَ رِدَائِىْ (مصنف ابنِ ابی شیبة، جلد ۲، کتاب الجمعة)

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (فَاسْعَوْا کے بجائے) فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ ’’یعنی چلو اللہ کے ذکر کی طرف‘‘ پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میں فاسعوا پڑھوں اور میں دوڑوں تو میری چادر گر جائے‘‘ (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ سعی سے مراد چلنا ہے، دوڑنا نہیں ہے، اگر دوڑنا مراد ہوتا تو میں اس طرح دوڑتا کہ میری چادر جسم سے گر جاتی۔

احکامُ القرآن جصاص میں ہے:

”فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ“ قَرَأَ عُمَرُ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَأُبَىٌّ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْقَرَأْتُ فَاسْعَوْا لَسَعَيْتُ حَتّٰى يَسْقُطَ رِدَآئِىْ، قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ اَرَادَ التَّفْسِيْرَ لاَ نَصَّ الْقِرَاءَةِ (احکام القرآن، جلد۳، سورة الجمعة)

ترجمہ: ’’فاسعوا الٰی ذکر اللہ‘‘ کو حضرت عمر، ابنِ مسعود اور حضرت ابی اور ابنِ زبیر نے ’’فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ ‘‘یعنی ’’چلو اللہ کے ذکر کی طرف‘‘ پڑھا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اگر میں ’’فَاسْعَوْا‘‘ پڑھوں اور پھر سعی کروں تو میری چادر گر جائے، امام ابوبکر جصاص نے فرمایا کہ ممکن ہے انہوں نے تفسیر مراد لی ہو، نہ کہ منصوص قرأت‘‘ (ترجمہ ختم)

امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلسَّعْیُ اِلَی الْجُمُعَةِ وَھُوَ التَّأَھُّبُ لَھَا وَالْاِشْتِغَالُ بِاَسْبَابِھَا وَالْمَشْیُ وَاجِبٌ عَلَی الْفَوْرِ وُجُوْبًا مُضَیَّقًا وَلَیْسَ عَلَی التَّوْسِعَةِ کَغَیْرِھَا مِنَ الصَّلَوَاتِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی ''فَاسْعَوْا'' وَالْمَعْنٰی فِیْہِ تَعْظِیْمُ الْجُمُعَةِ عَلٰی غَیْرِھَا مِنَ الصَّلَوٰاتِ فَخُصَّتْ بِوُجُوْبِ السَّعْیِ اِلَیْھَا مِنْ اَوَّلِ الْوَقْتِ قَصْدًا (فتاویٰ السبکی جلد ا ، باب صلاۃ الجمعۃ)

ترجمہ: ''جمعہ کی سعی کرنا اور جمعہ کے لیے تیاری کرنا اور جمعہ کی تیاری کے اسباب میں مشغول ہونا اور جمعہ کی طرف چلنا فی الفور بغیر کسی تاخیر کے واجب ہے، اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں، جیسا کہ دوسری نمازوں میں گنجائش ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ''سعی کرو''۔
اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کو دوسری نمازوں پر تعظیم حاصل ہے، اس لیے جمعہ کی طرف سعی کا اول وقت میں واجب ہونا قصداً جمعہ کے ساتھ خاص ہے (ترجمہ ختم)

اذانِ جمعہ کے بعد بیع چھوڑ دینے کا مطلب

(۳)...... جمعہ کی نماز کے لیے اذان ہونے کے بعد سعی واجب ہونے کے ساتھ ساتھ بیع کو چھوڑ دینے کا جو حکم ہے، وہ بیع کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں خریداری اور ہر وہ کام داخل ہے جو جمعہ کی سعی میں مُخل ہو اور بیع کا بطورِ خاص ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب بیع یعنی فروخت کرنے کا سلسلہ بند ہو جائے گا تو خریداری کا سلسلہ خود بخود بند ہو جائے گا، کیونکہ جب کوئی فروخت کرنے والا ہی نہ ہوگا تو خریدنے والا کس سے خریدے گا؟ اور خریدار کیونکہ بہت زیادہ ہوتے ہیں اور فروخت کرنے والے ان کے مقابلے میں کم ہوتے ہیں، اس لیے فروخت کرنے والوں کو فروخت چھوڑ دینے کے حکم پر اکتفاء کیا گیا۔

اسی طرح شریعت کی طرف سے جمعہ کی نماز شہروں کے ساتھ خاص ہے، عام دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں اور شہروں میں خرید وفروخت کا مشغلہ زیادہ ہوتا ہے، دیہات وغیرہ میں کھیتی باڑی کا مشغلہ زیادہ ہوتا ہے، اس لیے جمعہ کی نماز منعقد ہونے والے مقام کی شان کے لحاظ سے خرید وفروخت چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خرید وفروخت لوگوں کی اہم ضرورت ہے، جب اس سے بھی منع کر دیا گیا تو دوسری چیزوں کی ممانعت خود بخود اس میں شامل ہوگئی۔

ان اجمالی باتوں کی تفصیل مندرجہ ذیل حوالہ جات میں ملاحظہ ہو:

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَخُصَّ الْبَيْعُ بِالذِّكْرِ وَاِنْ كَانَ مَاعَدَاهُ مِنْ سَائِرِ مَايَشْغُلُهُ عَنِ الصَّلاَةِ بِمَثَابَتِهٖ فِى النَّهْىِ لِاَنَّ الْاِشْتِغَالَ بِالْبَيْعِ مِنْ اَعْظَمِ اُمُوْرِهِمْ فِى السَّعْىِ فِىْ طَلَبِ مَعَايِشِهِمْ، فَعُقِلَ مِنْ ذَالِكَ اِرَادَةُ مَاهُوَ دُوْنَهٗ وَاَنَّهٗ اَوْلٰى بِالنَّهْىِ اِذْ قَدْ نَهَاهُمْ عَمَّا هُمْ اِلَيْهِ اَحْوَجُ وَالْحَاجَةُ اِلَيْهِ اَشَدُّ (احکام القرآن جلد۴ ،باب ھبة المرأة المھر)

ترجمہ: ''فروخت کو چھوڑ دینے کا حکم کا ذکر بطورِ خاص فرمایا ہے، اگرچہ اس کے علاوہ ہر وہ چیز جو نماز میں رکاوٹ بنے ممانعت میں شامل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فروخت کی مشغولی جو کہ اپنی معاش کی طلب ہے ان کاموں میں زیادہ بڑی چیز ہے جن سے سعی میں زیادہ رکاوٹ پیدا ہوسکتی ہے، پس اس سے یہ بات سمجھانا مقصود ہے کہ جو کام اس سے نیچے درجے کے ہیں وہ تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوجاتے ہیں، اس لئے کہ جب لوگوں کو اس چیز سے بھی منع کردیا جس کی ضرورت زیادہ شدید ہے (تو کم درجہ کی ضرورت کی چیزوں میں ممانعت خودبخود ثابت ہوگئی)'' (ترجمہ ختم)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

فَخُصَّ الْبَيْعَ بِالْحَظْرِ فِىْ تِلْكَ الْحَالِ، وَالْمُرَادُ سَائِرُ مَايَشْغَلُ عَنِ الصَّلاَةِ وَكَانَ وَجْهُ تَخْصِيْصِهٖ اَنَّهٗ مُعْظَمُ مَنَافِعِ التَّصَرُّفِ فِىْ ذَالِكَ الْوَقْتِ فَاِذَا كَانَ مُعْظَمُهٗ مَحْظُوْرًا فَمَادُوْنَهٗ اَوْلٰى بِذَالِكَ وَذَالِكَ فِىْ مَفْهُوْمِ اللَّفْظِ (احکام القرآن للجصاص جلد۶ ،باب الاساری)

ترجمہ: ''اس حالت میں بیع کی ممانعت کو خاص فرمایا، اور مراد ہر اس چیز کی ممانعت ہے جو نماز (وخطبہ) میں خلل ڈالے اور اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت فروخت کے فوائد کی ضرورت بڑی ہوتی ہے، پس جب بڑی چیز بھی منع کردی گئی تو چھوٹی چیزیں بدرجہ اولیٰ منع ہوگئیں اور یہ لفظ کے مفہوم سے ثابت ہے'' (ترجمہ ختم)

اور تفسیر قرطبی میں ہے:

يُعْلَمُ اَنَّ صُوْرَةَ الْبَيْعِ غَيْرُ مَقْصُوْدَةٍ وَاِنَّمَا الْمَقْصُوْدُ مَا يَشْغُلُهٗ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

تَعَالیٰ مِثْلُ النِّکَاحِ وَغَیْرِہٖ وَلٰکِنْ ذَکَرَ الْبَیْعَ لِاَنَّہٗ اَھَمُّ مَا یَشْتَغِلُ بِہٖ عَنْ ذِکْرِ اللہِ تَعَالیٰ (تفسیر القرطبی جلد۵ صفحہ ۲۶)

ترجمہ: ''یہ بات جان لینی چاہئے فروخت کرنے کی ظاہری صورت (سے منع کرنا) مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود تو ہر اس چیز سے منع کرنا ہے جو ذکراللہ (یعنی خطبہ وجمعہ) میں مخل ہو جیسے نکاح وغیرہ، البتہ فروخت کرنے کا ذکر اس وجہ سے فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں خلل ڈالنے والی چیزوں میں زیادہ اہم ہے'' (ترجمہ ختم)

تفسیر مظہری میں ہے:

وَذَرُوا الْبَیْعَ . اَرَادَ تَرْکَ مَایَشْغُلُ عَنِ الصَّلاۃِ وَالْخُطْبَۃِ وَاِنَّمَا خُصَّ الْبَیْعُ بِالذِّکْرِ لِاشْتِغَالِھِمْ غَالِبًا بَعْدَ الزَّوَالِ فِی الْاَسْوَاقِ بِالْبَیْعِ وَالشِّرَاءِ فَلَوْ عَقَدَ الْبَیْعَ فِی الطَّرِیْقِ وَھُوَ یَمْشِیْ اِلَی الْجُمُعَۃِ لاَ بَأْسَ بِہٖ (تفسیر مظہری جلد۹، صفحہ ۲۸۲)

ترجمہ: ''بیع کو چھوڑ دو، اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو نماز اور خطبہ میں مخل ہو اور بیع کا ذکر بطورِ خاص اس لئے فرمایا کیونکہ زوال کے بعد لوگ اکثر و بیشتر بازار میں خرید وفروخت میں مشغول ہوتے ہیں۔لیکن اگر جمعہ کے لئے جاتے ہوئے راستہ میں خرید وفروخت کی جائے (اور اس کے لئے ٹھہرا نہ جائے) تو اس میں حرج نہیں'' (ترجمہ ختم)

امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاَنَّ الْبَیْعَ فِیْ بَیْتِہٖ حَرَامٌ بَلِ الْجُلُوْسُ وَعَدَمُ الْاِشْتِغَالِ بِشَیْئٍ حَرَامٌ لِمَاقُلْنَا اِنَّ السَّعْیَ عَلَی الْفَوْرِ (فتاویٰ السبکی جلد ۱، باب صلاۃ الجمعۃ)

ترجمہ: اور اپنے گھر میں خرید وفروخت بھی حرام ہے، بلکہ خالی بیٹھے رہنا اور کسی چیز میں مشغول نہ ہونا بھی حرام ہے، جیسا کہ ہم نے کہا کہ جمعہ کی سعی بغیر کسی تاخیر کے فی الفور لازم ہے'' (ترجمہ ختم)

امداد الفتاویٰ میں ہے:

جس عمل میں مشغول ہونے سے سعی میں خلل پڑے وہ حکمِ بیع میں ہے (امداد الفتاویٰ جلد۱، صفحہ

۴۵۷)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صرف بیع کہنے پر اکتفاء کیا گیا، اور مراد بیع وشراء (یعنی خرید وفروخت) دونوں ہیں، وجہ اکتفاء کی یہ ہے کہ ایک کے چھوٹنے سے دوسرا خود بخود چھوٹ جائے گا، جب کوئی فروخت کرنے والا فروخت نہ کرے گا تو خرید والے کے لیے خریدنے کا راستہ ہی نہ رہے گا۔

اس میں اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اذانِ جمعہ کے بعد جو خرید وفروخت کو اس آیت نے حرام کر دیا ہے، اس پر عمل کرنا تو بیچنے والوں اور خریداروں سب پر فرض ہے، مگر اس کا عملی انتظام اس طرح کیا جائے کہ دُکانیں بند کر دی جائیں، تو خریداری خود بخود بند ہو جائے گی؛ اس میں حکمت یہ ہے کہ گاہکوں اور خریداروں کی تو کوئی حد وشمار نہیں ہوتی، اُن سب کے روکنے کا انتظام آسان نہیں، فروخت کرنے والے دُکاندار متعین اور معدود ہوتے ہیں، اُن کو فروخت سے روک دیا جائے تو باقی سب خرید سے خود رُک جائیں گے، اس لیے ذَرُوا الْبَیْعَ میں صرف بیع چھوڑ دینے کے حکم پر اکتفاء کیا گیا۔

فائدہ: اذانِ جمعہ کے بعد سارے ہی مشاغل کا ممنوع کرنا مقصود تھا، جن میں زراعت، تجارت، مزدوری، سب ہی داخل ہیں، مگر قرآن کریم نے صرف بیع کا ذکر فرمایا، اس سے اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے مخاطب شہروں اور قصبوں والے ہیں، چھوٹے دیہات اور جنگلوں میں جمعہ نہیں ہوگا، اس لئے شہروں اور قصبوں میں جو مشاغل عام لوگوں کو پیش آتے ہیں، اُن کی ممانعت فرمائی گئی وہ بیع وشراء کے ہوتے ہیں، بخلاف گاؤں والوں کے کہ ان کے مشاغل کاشت اور زمین سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور باتفاقِ فقہاءِ امت یہاں بیع سے مراد فقط فروخت کرنا نہیں بلکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی طرف جانے کے اہتمام میں مخل ہو، وہ سب بیع کے مفہوم میں داخل ہے اس لئے اذانِ جمعہ کے بعد کھانا، پینا، سونا، کسی سے بات کرنا؛ یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہیں، صرف جمعہ کی تیاری کے متعلق جو کام ہوں، وہ کیے جاسکتے ہیں (معارفُ القرآن جلد۸ صفحہ۴۴۱ و۴۴۲)

احسنُ الفتاویٰ میں ہے:

''اذانِ اول کے بعد جمعہ کی تیاری کے سوا کوئی کام بھی جائز نہیں، خواہ وہ دینی کام ہی کیوں نہ ہو'' (احسن الفتاوی ج۴ ص۱۵۰)

سعی کرنا اور خرید و فروخت وغیرہ کا چھوڑنا پہلی اذان پر واجب ہے

(۴)...... جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سعی کرنا اور خرید و فروخت اور جمعہ کی تیاری کے علاوہ ہر قسم کے مشاغل کا چھوڑنا کون سی اذان پر واجب ہوتا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی اذان پر واجب ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر دوسری اذان پر واجب ہوگا تو دوسری اذان کے فوراً متصل خطبہ اور پھر جمعہ کی نماز ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں نہ تو جمعہ سے پہلے کی سنتیں پڑھنے کا وقت مل سکے گا اور نہ ہی خطبہ، بلکہ عین ممکن ہے کہ خطبہ اور جمعہ کی نماز یا اس کا کچھ حصہ ہی نہ فوت ہو جائے، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک پہلی اذان کا اضافہ ہی اس لیے کیا تھا کہ دوسری اذان سے پہلے پہلے لوگ حاضر ہو جائیں؛ دوسری اذان پر واجب ہونے کی صورت میں اس اذان کے اضافہ کا مقصود ہی فوت ہو جاتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل مندجہ ذیل حوالہ جات میں ملاحظہ ہو:

مشہور تابعی حضرت عطا سے مروی ہے:

اِذَا اَذَّنَ الْاِمَامُ الْاَوَّلَ فَاِنَّہٗ یُحْرِمُ الصَّنَاعَاتِ کُلَّھَا ، ھِیَ بِمَنْزِلَۃِ الْبَیْعِ (مصنف عبدالرزاق، الجزء ۳، حدیث نمبر ۵۲۲۲)

ترجمہ: ''جب (جمعہ کی) مؤذن پہلی اذان دیدے تو یہ ہر قسم کے صنعتی مشاغل کو حرام کر دیتی ہے، جس طرح خرید و فروخت کو حرام کر دیتی ہے'' (ترجمہ ختم)

حضرت ضحّاک سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلَاۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ، اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ حَرُمَ الْبَیْعُ (مصنف عبدالرزاق، الجزء ۳، حدیث نمبر ۵۲۲۳)

ترجمہ: ''جب زوال کے بعد جمعہ کی اذان دیدی جائے تو خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے'' (ترجمہ ختم)

تفسیرِ مظہری میں ہے:

وَالصَّحِیْحُ اَنَّ السَّعْیَ وَتَرْکَ الْبَیْعِ وَنَحْوَہٗ یَجِبُ بِالْاَذَانِ الْاَوَّلِ لِعُمُوْمِ قَوْلِہٖ

تَعَالٰی ’’اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ ‘‘ وَصِدْقِہٖ عَلَی الْاَذَانِ الْاَوَّلِ اَیْضًا

(تفسیرِ مظھری، جلد۹، صفحہ ۲۸۱، سورۃ الجمعۃ)

ترجمہ: ’’صحیح بات یہ ہے کہ سعی اور بیع وغیرہ کا چھوڑنا پہلی اذان پر واجب ہوجاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ’’اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ ‘‘ کہ جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے۔ یہ عام ہے، اور جمعہ کی پہلی اذان پر بھی صادق آتا ہے‘‘ (ترجمہ ختم)

البحرُ الرائق میں ہے:

لَوْ اُعْتُبِرَ فِیْ وُجُوْبِ السَّعْیِ لَمْ یَتَمَکَّنْ مِنَ السُّنَّۃِ الْقَبْلِیَّۃِ وَمِنَ الْاِسْتِمَاعِ بَلْ رُبَّمَا یَخْشٰی عَلَیْہِ فَوَاتُ الْجُمُعَۃِ (البحر الرائق، جلد۲، باب صلاۃ الجمعۃ)

ترجمہ: ’’اگر سعی واجب ہونے کا اعتبار دوسری اذان سے کیا جائے تو جمعہ سے پہلے کی سنتیں پڑھنا اور خطبہ کا سننا مشکل ہے، بلکہ بعض اوقات جمعہ کے فوت ہونے کا بھی خوف ہے‘‘ (ترجمہ ختم)

علامہ ابنِ حزم فرماتے ہیں:

فَافْتَرَضَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلسَّعْیَ اِلَیْھَا اِذَا نُوْدِیَ لَھَا لَا قَبْلَ ذَالِکَ وَلَمْ یَشْتَرِطْ تَعَالٰی مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ مِمَّنْ لَمْ یَسْمَعْہُ وَالنِّدَاءُ لَھَا اِنَّمَا ھُوَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، فَمَنْ اَمَرَ بِالرَّوَاحِ قَبْلَ ذَالِکَ فَرْضًا فَقَدْ اِفْتَرَضَ مَالَمْ یَفْتَرِضْہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْآیَۃِ وَلَا رَسُوْلُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم.

فَصَحَّ یَقِیْنًا اَنَّہٗ تَعَالٰی اَمَرَ بِالرَّوَاحِ اِلَیْھَا اِثْرَ زَوَالِ الشَّمْسِ لَا قَبْلَ ذَالِکَ فَصَحَّ اَنَّہٗ قَبْلَ ذَالِکَ فَضِیْلَۃٌ لَا فَرِیْضَۃٌ، کَمَنْ قَرَّبَ بَدَنَۃً اَوْ بَقَرَۃً اَوْ کَبْشًا اَوْ مَاذُکِرَ مَعَھَا (المحلیٰ بالآثار، جلد۳، باب صلاۃ الجمعۃ)

ترجمہ: ’’(اللہ تعالیٰ نے) نماز (وخطبہ) کی طرف سعی کو فرض قرار دیا ہے، جبکہ اذان دی جائے؛ اس سے پہلے فرض قرار نہیں دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ شرط نہیں لگائی کہ جس نے اذان کی آواز سُنی ہے اس کے لیے یہ حکم ہے، نہ کہ اُس کے لیے جس نے اذان نہ سُنی ہو (بس اذان ہوجانے پر یہ حکم ہے، خواہ کوئی سُنے یا نہ سُنے) اور جمعہ کی نماز کے لیے اذان زوال کے بعد

ہوتی ہے، پس جس نے زوال سے پہلے جمعہ کے لیے جانے کو فرض قرار دیا اُس نے ایسی چیز کو فرض قرار دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اور اس کے رسول نے فرض قرار نہیں دیا؛ پس یہ بات یقینی طور پر صحیح ہے کہ زوال اور اذان سے پہلے جمعہ کی طرف جانا فضیلت کی چیز تو ہے، لیکن فرض نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث سے فضیلت معلوم ہوتی ہے جس میں پہلے جانے والے کو اونٹ کے برابر پھر گائے کے برابر پھر مینڈھے کے برابر یا اُس چیز کے برابر جس کا ذکر حدیث میں ہے، درجہ بدرجہ فضیلت بتلائی گئی ہے'' (ترجمہ ختم)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت عثمانِ غنی کے زمانے میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور اطرافِ مدینہ میں پھیل گئی، امام کے سامنے والی خطبہ کی اذان دُور تک سُنائی نہ دیتی تھی، تو عثمانِ غنی نے ایک اور اذان مسجد سے باہر اپنے مکانِ زوراء پر شروع کرادی، جس کی آواز پورے مدینہ میں پہنچنے لگی، صحابۂ کرام میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اس لیے یہ اذانِ اول باجماعِ صحابہ شروع ہوگئی، اور اذانِ جمعہ کے وقت بیع وشراء وغیرہ تمام مشاغل حرام ہوجانے کا جو حکم پہلے اذانِ خطبہ کے بعد ہوتا تھا، اب پہلی اذان کے بعد سے شروع ہوگیا، کیونکہ الفاظِ قرآن (نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ) اس پر بھی صادق ہیں (معارف القرآن جلد۸ صفحہ۴۴۲)

معارفُ القرآن ادریسی میں ہے:

''حرمتِ بیع کا جو حکم اذانِ جمعہ پر نازل ہوا تھا اب وہ اسی اذان پر ہوگا جو قبل از خطبہ ہوتی ہے، اور اس کو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اضافہ فرمایا، کیونکہ اذا نــــودی کا عموم اور اطلاق چاہتا ہے کہ نفس نداءِ جمعہ پر حرمتِ بیع کا حکم مرتب ہو، حضراتِ صحابہ ابتداء میں خود ہی اس قدر جلد مسجد میں آجاتے تھے کہ اذانِ خطبہ ان کی موجودگی میں ہوتی، لیکن جب مسلمانوں کی کثرت ہوگئی اور تجارتی کاروبار کی وسعت ہوگئی تو اندیشہ تھا کہ اذانِ خطبہ سن کر لوگ گھروں سے نکلیں گے یا دکانیں بند کریں گے تو خطبہ فوت ہوجائے گا جس کا سننا ضروری ہے اس وجہ سے ایک اذان کا اضافہ کیا گیا تا کہ خطبہ شروع ہونے قبل لوگ مسجد میں پہنچ جائیں، اور فاسعوا الیٰ ذکر اللہ میں لفظِ الیٰ (جو غایت کے معنیٰ پر دلالت کرتا ہے) خود اس مفہوم

کی تعیین کررہا ہے کہ سعی اور جمعہ کی تیاری ذکر اللہ تک پوری ہونی چاہئے اور وہ ظاہر ہے اس صورت میں ممکن ہے کہ خطبہ سے قبل ایک اذان کے ذریعے لوگوں کو بلایا جائے، گویا حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کا اس اذان کا اضافہ کرنا قرآنِ کریم کے الفاظ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے پھر یہ کہ وہ خلفائے راشدین میں سے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا حکم اور سنت شریعت کا قانون ہے علاوہ ازیں جملہ صحابہ نے اس عمل کو درست قرار دیا تو صحابہ کا اجماع بھی قانونِ شریعت ہے'' (معارف القرآن کاندھلوی ج ۸ ص ۱۱۵)

رہا یہ شبہ کہ سورہ جمعہ کی مذکورہ آیت نازل ہونے کے وقت تو صرف ایک اذان ہوتی تھی، دوسری اذان کا اضافہ تو بعد میں ہوا؛ تو پھر پہلی اذان پر سعی کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

اس کا جواب حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بیانُ القرآن میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

نُودِیَ سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزولِ آیت کے وقت تھی، یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے، کیونکہ یہ اذانِ اوّل صحابہ کے اجماع سے بعد میں مقرر ہوئی ہے، لیکن حرمتِ بیع میں حکم اس کا بھی مثل حکمِ اذانِ قدیم کے ہے، کیونکہ اشتراکِ علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے، البتہ اذانِ قدیم میں یہ حکم منصوص وقطعی ہوگا اور اذانِ حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ وظنی ہوگا، اس سے تمام اشکالاتِ علمیہ مرتفع ہوگئے (بیان القرآن جلد ۱۲ صفحہ ۷)

اب اس تفصیل کے بعد یہ بات سمجھنا کوئی مشکل نہ رہا کہ جو لوگ جمعہ کی پہلی اذان پر جمعہ کی طرف نہیں چلتے اور نہ ہی نماز کے لیے وضو وغیرہ میں مشغول ہوتے، وہ گناہ گار ہوتے ہیں؛ پھر خواہ وہ کسی دوسرے کام میں مشغول ہوں یا ویسے ہی فارغ گھروں وغیرہ میں بیٹھے ہوئے ہوں، بہر حال گناہ گار ہیں۔

اور اگر خدانخواستہ پہلی اذان کے بعد گناہ کے کاموں میں مشغول ہوں تو دوگناہوں کے مجرم ہیں۔

اس لیے سوال میں تاخیر سے آنے والوں کی جو حالت ذکر کی گئی ہے، وہ سَر اَسَر گناہ اور قابلِ اصلاح ہے

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۲۱/ ذُوالقعدہ ۱۴۲۸ھ

دارالافتاء والاصلاح، ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

مدیر ادارہ مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم بروز جمعہ نمازِ جمعہ کے بعد مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں اجتماعی انداز میں لوگوں کے سوالات کے جوابات زبانی طور پر بیان فرماتے ہیں، اوراس کے ذیل میں کئی مفید علمی واصلاحی باتیں بھی بیان فرماتے ہیں، اس نشست کے سوالوں اور جوابوں کے مذاکرہ کو ٹیپ میں محفوظ کرلیا جاتا ہے اب افادۂ عام کے لئے ٹیپ کی مدد سے ان کو نقل کر کے ماہنامہ التبلیغ میں سلسلہ وار شائع کیا جارہا ہے، ملحوظ رہے کہ درج ذیل مضامین ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

(۱۷ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ، بروز جمعہ)

قرآن مجید کے صرف ترجمے کے احکام

سوال:...... کیا اردو زبان میں لکھے ہوئے قرآن مجید کو بے وضو چھوا جاسکتا ہے؟

جواب:......اگر قرآن مجید کا صرف ترجمہ اردو میں لکھا ہوا ہو اس کو قرآن مجید سمجھنا اور کہنا جائز نہیں۔ اور اس پر قرآن مجید کے احکام جاری نہیں ہوتے، اسے بے وضو چھونا جائز ہے، بے وضو چھونا اس لئے جائز ہے کہ وہ قرآن مجید نہیں ہے، البتہ اصل قرآن مجید کے ساتھ اگر ترجمہ لکھ دیا جائے، تو وہ علیحدہ بات ہے، لیکن کسی زبان میں قرآن مجید کا صرف ترجمہ شائع کردینا جائز نہیں، اسے پڑھنا بھی جائز نہیں، نیز اسے خریدنا، بیچنا بھی جائز نہیں۔ اوراس پر عالمی سطح (International level) کے علماء کے بلکہ ان کے بورڈ کے تفصیلی فتوے جاری ہوئے ہیں، اوراس موضوع پر مستقل رسائل بھی شائع ہوئے ہیں، بعض ممالک کے اندر جو صرف ترجمے الگ سے شائع کرنے کی کوشش ہورہی ہے یہ بہت بڑی سازش ہے، کیونکہ اس سے تحریف کے دروازے کھلتے ہیں، اس لئے کہ ترجمہ میں اختلاف ممکن ہے، اور ہر ایک کے

ترجمہ کرنے کا انداز مختلف ہوتا ہے، اور بول چال کے الفاظ کا بھی عرف مختلف زمانوں میں الگ الگ ہوجاتا ہے، اور ترجمہ کرنے والے سے غلطی کا بھی امکان ہوتا ہے، لیکن اللہ کے کلام کے الفاظ میں کوئی اختلاف نہیں اور نہ ہی غلطی کا امکان واحتمال ہے، قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام معنی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ معنی اور الفاظ دونوں کے مجموعے کا نام کلام اللہ ہے، چاہے وہ ترجمہ شدہ ہو یا نہ ہو، اگر الفاظ ہیں تو اس کے معنی بھی اس کلام کے اندر موجود ہوتے ہیں، کیونکہ معانی تو ہوتے ہی الفاظ کے ہیں اس لئے الفاظ اور معانی کے مجموعے کا نام قرآن ہے (ملاحظہ ہو خیر الفتاویٰ ج ۱صفحہ ۲۱۴ وصفحہ ۲۱۵، امداد الاحکام ج ۱صفحہ ۲۳۹ وفتاویٰ رحیمیہ ج ۳صفحہ ۱۹)

طلبہ سے مالی جرمانہ، اور قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کا حکم

سوال :...... اگر کوئی شخص سپارہ پڑھاتا ہو اور وہ بچوں سے فیس نہ لیتا ہو، لیکن بچے چھٹیاں بہت کرتے ہوں، تو اگر وہ ان بچوں سے چھٹی کرنے کا جرمانہ لے، اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ ان پیسوں کو غریب غربا میں تقسیم کردے گا تو کیا وہ جرمانہ لے سکتا ہے؟

جواب :...... جرمانہ نہیں لے سکتا مگر تنخواہ لے سکتا ہے۔ وہ چونکہ عبادت اور زیادہ سے زیادہ نیکی کرنا چاہتا ہے، اور نیکی یہ نہیں ہے کہ وہ جرمانہ لے، اگر اس کی نیت قرآن مجید کی خدمت کرنے کی ہے، تو اس کو چاہئے کہ وہ تنخواہ لے لے، جب وہ تنخواہ لے گا اور فیس مقرر کردے گا تو اس سے بھی طلبہ پابند ہوجائیں گے۔ اب اس تنخواہ یا فیس کو چاہے تو اللہ کے راستے میں خرچ کردیا کرے، تنخواہ کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ نفس دائیں بائیں نہیں جاتا، ورنہ تو نفس میں یہ سوچ بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ میں بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہا ہوں، اور ایسے میں کام کی پابندی بھی نہیں کرتا اور سمجھتا ہے کہ میں تو مفت میں یہ کام کررہا ہوں اگر ناغہ کردیا تو کون سا حرج ہے؟ تو اس سے وہ پابند بھی ہوجائے گا، بہرحال مالی جرمانہ لینا جائز نہیں، کیونکہ جرمانہ یہ مالی تعزیر ہے، اور مالی تعزیر شرعاً جائز نہیں، البتہ بلاوجہ غیر حاضری پر بچوں کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے مناسب سزا دے سکتے ہیں، مثلاً کھڑا کرسکتے ہیں، مرغا بنا سکتے ہیں، یا اور کوئی مناسب ومؤثر سزا دی جاسکتی ہے

مالی جرمانہ لینے کی جائز شکل

مالی جرمانہ لینے کی ایک جائز شکل ہے، اور وہ یہ کہ مالی جرمانہ لے کر انہی پر کسی شکل میں خرچ کردیں، اور یہ حقیقت میں جرمانہ لینا نہیں ہے بلکہ انہی کو واپس دینا ہے، مثلاً یہ کہ وہ جرمانہ والی رقم جمع کرتے رہیں اور اس کے بعد ان بچوں کو اتنی اتنی مقدار میں جتنا جس سے لیا گیا ہے، اس کو ہدیہ وغیرہ یا کسی اور شکل

میں لوٹا دیں (یہ نہیں کہ ایک دو سے لیا گیا اور چار کو چائے پلا دی جائے) بلکہ جن جن سے لیا گیا ہے انہی کو واپس لوٹا یا جائے اور اس کے لئے اس کا حساب بھی رکھنا پڑے گا، کیونکہ یہ واپس لوٹانے کی شکل ہے دراصل جرمانہ ہے ہی نہیں اس لئے جائز ہے، ورنہ جرمانہ تو ہے ہی ناجائز، یہ جائز اس لئے ہے کہ یہ حقیقت میں جرمانے میں نہیں آتا، اس وجہ سے اس میں یہ قید ہوگی کہ انہی پر خرچ کر دیا جائے (فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ا صفحہ ۲۵ و جلد ۱۴ صفحہ ۱۳۷)

نفس کی قسمیں

سوال:...... نفس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب:...... نفس کی تین قسمیں (مطمئنہ، لوّامۃ اور امّارۃ) ہیں۔

مطمئنہ، وہ نفس ہے جو نیکی پر مطمئن ہو اور گناہوں کی طرف نہ جاتا ہو۔

لوّامہ، وہ نفس ہے جو نیکی بھی کرتا ہو، گناہ بھی کرتا ہو، اور شرمندہ بھی ہوتا ہو، اور توبہ بھی کرتا رہتا ہو۔

ہر مسلمان کا نفس، لوّامہ ہوتا ہے۔

اور امّارہ وہ ہے جو ہمیشہ برائی کرتا ہو اور نیکی کی طرف جانے ہی نہ دیتا ہو، یہ نفس امارہ ہے جو سب سے بُرا ہے اور یہ کافر کا نفس ہے، اگر کسی مومن کا نفس خدانخواستہ ایسا ہو گیا ہو کہ نیکی کا کبھی تقاضا ہی پیدا نہیں ہوتا اور گناہ کر کے اسے شرمندگی اور احساس ہی نہیں ہوتا، تو سمجھا جائے گا کہ یہ اندرونی اعتبار سے کافر ہو چکا، ظاہر میں تو فتویٰ نہیں لگ سکتا، کیونکہ یہ اندر کی سوچیں اور چیزیں ہیں۔ لیکن عنداللہ (اللہ کے نزدیک) وہ کافر ہو چکا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کافروں والا برتاؤ فرمائیں گے۔

اور مومن کا نفس نفسِ لوّامہ ہے، اور سب سے زیادہ بہتر نفسِ مطمئنہ ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے۔

”یٰٓاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ“

جو عموماً کبھی برائی کی طرف کا تقاضا بھی نہیں کرتا، مجاہدہ کر کر کے نیکی کا اتنا خوگر اور عادی ہو جاتا ہے، کہ اب نیکی چھوٹتی نہیں، نیکی دراصل اس کی غذا، عادت اور مزاج بن جاتی ہے۔ اور گناہ سے نفرت طبعی درجے کی ہو جاتی ہے اور اس کا تقاضا ہی نہیں ہوتا، اگر تقاضا ہوتا بھی ہے تو گناہ کرتا نہیں۔ تو یہ نفسِ مطمئنہ کہلاتا ہے، یہ بہت اعلیٰ درجے پر پہنچ کر ہوتا ہے۔ اور یہ اتنا بڑا عظیم درجہ ہے کہ جب نفسِ مطمئنہ کی روح قبض ہوتی ہے تو روح قبض ہونے کے ساتھ ہی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے

اِرۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً (سورۃ الفجر)

تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا، تو اپنے رب سے راضی اور تیرا رب تجھ سے راضی (ملاحظہ ہو معارف القرآن ج ۵ ص ۸۶، ۸۷)

ایک سبق آموز حکایت

اسی سلسلے میں مزید فرمایا:

ایک دفعہ ایک بزرگ تھے ''شاہِ دولا'' جس بستی میں وہ رہتے تھے اس بستی میں پانی آنے لگا سیلاب کی کچھ شکل ہوگئی، تو لوگ ان کے پاس دعا کے لئے گئے اور وہ بہت بڑے بزرگ تھے، کہ حضرت دعا فرما دیجئے کہ پانی ادھر آ رہا ہے، انہوں نے پوچھا کہ کدھر سے آ رہا ہے؟ کہ فلاں جگہ سے تو کہا کہ چلیں تو وہ بزرگ پھاوڑا (کدال کی ایک قسم) لے کر چلے، لوگ بھی چلے، جب دیکھا کہ پانی ادھر ایک طرف سے گزر رہا ہے، اور بستی دوسری طرف ہے تو انہوں نے اس (شہر والی) طرف سے ہی کھودنا شروع کر دیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ ہم نے تو آپ کو اس لئے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے کچھ دعا وغیرہ کا اہتمام کریں، اور آپ اسی طرف سے کھودے جا رہے ہیں، اس سے تو پورا پانی فوراً ادھر آ جائے گا، تو کہنے لگے کہ: ''جدھر کو مرضیِ مولا، اُدھر کو شاہِ دولا''

اس حکایت کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ آدمی ایسی تدبیر کیا کرے، جس سے خود ہلاک ہو جائے، بلکہ بتلانا یہ مقصود ہے کہ کئی مرتبہ انسان کا نفس اتنا مطمئنہ ہو جاتا ہے اور اس کا عقیدہ اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ اگر میرے مقدر میں ہلاکت اور قتل ہے تو میں اسی پر راضی ہوں، وہ اس کو اختیار کرنا چاہتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا جو فیصلہ ہے اس پر میں راضی ہوں گا، اس سے ہٹنا ہی نہیں چاہتا، اگر غیر اختیاری طور پر بیماری آتی ہے، تو وہ بیماری سے خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ جدھر کو مرضیِ مولا، اُدھر کو شاہِ دولا۔

اس کی سوچ تو یہ ہوتی ہے کہ اگر میرا رب اس سے راضی ہے تو میں بھی اسی پر راضی ہوں، یعنی رضا بر قضا، قضا کہتے ہیں تقدیر کو یعنی جہاں تقدیر آ جائے، وہیں اس کی رضا آ جائے، تو یہ بہت اعلیٰ درجہ ہوتا ہے، اس میں ان کی خواہشات فنا ہو جاتی ہیں، اس کے اپنے تقاضے نہیں رہتے، زندہ رہنے کے کھانے کے، پینے کے وہ تقاضے اور خواہشات اپنی ذات کے لیے فنا ہو جاتے ہیں، بہر حال اس درجے پر اگر نہ پہنچ سکے تو نفسِ لوامہ کو اختیار کر لے، کیونکہ یہ بھی مومن کا نفس ہوتا ہے، اللہ تعالی نے اس کی قسم کھائی ہے،

لَااُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَااُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (سورة القيامة)

اوراللہ تعالیٰ چھوٹی موٹی چیز کی قسم نہیں کھاتے ،اللہ تعالیٰ جس چیز کی قسم کھالیں وہ بہت عظیم چیز ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک،تواللہ تعالیٰ نے اس چیز کی قسم کھائی ہے،تواس نفس کی قدر کرنی چاہئے۔

یقین جانیے ! اگر انسان کو گناہ کر کے توبہ کی توفیق ہو اور گناہ کر کے اپنے اوپر ملامت ہو،اور نیکی (نماز وغیرہ) چھوڑ کر انسان کے دل پر بار گزرے اور پھر اس سے توبہ کرے تو یہ دین داری کی نشانی ہے۔آجکل حالات یہ ہورہے ہیں ،کہ انسان گناہ کر کے فخر کرتا ہے اور شرمندگی محسوس نہیں کرتا،مثلاً شادی بیاہ میں ڈھول ڈھماکوں اور بینڈ باجوں پر فخر محسوس کیا جاتا ہے،اوراگرایسی چیزیں نہ ہوں تو سوچا جاتا ہے کہ کچھ بھی نہ ہوا،اور کوئی عزت نہ ملی،تو یہ ایمان کی نشانی نہیں ، یہ وہی والی بات ہے جو پہلے ذکر کر دی گئی ،یعنی نفسِ امّارہ کہ برا کام کر کے خوش ہونے والی بات،اور نیک کام کر کے شرمندہ ہونے والی بات ہے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۶ ''اخبارِادارہ''﴾

□......**منگل ۱۷/شوال** شعبہ کتب کے اسباق کے آغاز سے پہلے آج حضرت مدیر دامت برکاتہم کا طلبہ کتب کے لئے نئے تعلیمی سال کے حوالے سے اصلاحی وتربیتی بیان ہوا۔

□......**منگل ۱۷/شوال** مولوی فخر الدین صاحب زید مجدہ ادارہ میں تشریف لائے اور حضرت مدیر دامت برکاتہم سے ملاقات فرمائی۔

□......**بدھ ۱۱/شوال** بعد مغرب تا عشاء نئے تعلیمی سال میں داخلوں کی تکمیل پر یوم والدین کا افتتاحی جلسہ ہوا۔ مفتی محمد یونس صاحب زیدہ مجدہ اور بندہ امجد نے تعلیمی تقاضوں اور والدین کی ذمہ داریوں کے حوالے سے بیان کیااور ادارہ کے نظم اور تعلیمی ضوابط سے والدین کو آ گاہ کیا۔

□......**بدھ ۱۸/ شوال** شعبہ کتب کے اسباق کا باضابطہ آغاز ہوا،اسی دن بعد مغرب بندہ امجد سرسید چوک کے قریب ٹیپوروڈ پر قاری زاہد حسین صاحب کے مدرسہ میں ان کے حسب حکم حاضر ہوا،طلبۂ کرام کے لئے تعلیمی سال کے آغاز پر اصلاحی بیان ہوا،عشاء کی نماز کے بعد واپسی ہوئی۔

□......**بدھ ۳/ ۱۰/ ۱۷/ ذیقعدہ** کو بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیانات ہوتے رہے (۳ ذیقعدہ سے نئے تعلیمی سال میں اس ہفتہ وار مجلس کا آغاز ہوا)

□......**جمعرات ۱۹/ شوال** حضرت مدیر صاحب دامت برکاتھم جناب نوید صاحب کی رہائش گاہ نزد اصغر مال کالج میں عشائیہ پر مدعو تھے۔

Idara Ghufran

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاِبْصَارِ﴾ مولوی طارق محمود

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط ۱۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا واقعہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو کسی طرح سے بھی قبول نہیں کیا، اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کی ،اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی ایمان نہیں لایا،اور ساری قوم نے مل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے آگ میں ڈال دیا،اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ارادوں کو ذلیل ورسوا کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں اس آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اس جگہ سے نکل کر کسی اور جگہ جا کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں اور لوگوں کو دین کی دعوت دیں، یہ سوچ کر آپ نے ''فدان آرام'' (جو کہ آپ کا آبائی علاقہ تھا اور عراق میں شامل تھا) سے ہجرت کا ارادہ کر لیا،قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ(سورہ صافات آیت ۹۹)

ترجمہ:''(اور ابراہیم علیہ السلام) کہنے لگے میں تو اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچادے گا''

رب کی طرف چلے جانے سے مراد یہ ہے کہ میں دار الکفر چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں کا مجھے اپنے رب کی طرف سے حکم ہوا ہے،اور جہاں میں اپنے پروردگار کی عبادت کر سکوں،اور تفاسیر میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دین کے لئے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی ہجرت کی۔

''اورکلدانیین'' کی طرف ہجرت

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم اور والد آزر سے جدا ہو کر دریائے فرات کے مغربی کنارے کے قریب ایک بستی میں تشریف لے گئے جو ''اورکلدانیین'' کے نام سے مشہور ہے، یہاں کچھ عرصہ قیام کیا، آپ کی زوجہ

Idara Ghufran

حضرت سارہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی اس سفر میں آپ کے ساتھ رہے۔ [۱]
کچھ دنوں کے بعد آپ یہاں سے حرآن یا حاراآن کی جانب روانہ ہوگئے اور وہاں ''دینِ حنیف'' کی تبلیغ شروع کردی، اور کچھ عرصہ وہاں قیام کیا، اس کے بعد یہاں بھی زیادہ مدت تک قیام نہیں کیا بلکہ مغرب کی طرف بڑھتے ہی چلے گئے حتی کے مصر جاپہنچے، جب آپ مصر پہنچے تو یہاں پر حضرت سارہ کا وہ واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل پیچھے (قسط ۱۱) میں گذری، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کو مصر کے بادشاہ سے نجات دلائی، اور مصر کے بادشاہ نے حضرت سارہ کی خدمت کے لئے ''حضرت ہاجرہ'' کو ان کے حوالے کردیا۔

اس کے بعد آپ شام تشریف لے گئے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم تھے، اور حضرت سارہ نے بھی جب یہ دیکھا کہ مجھ سے کوئی اولاد نہیں ہورہی ہے تو وہ یہ سمجھیں کہ میں بانجھ ہوچکی ہوں، اُدھر مصر کے بادشاہ نے حضرت سارہ کو اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ خدمت کے لئے دے دی تھی، حضرت سارہ کے مشورہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کرلیا۔

اور اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ سے نیک صالح اولاد کی دعا کی، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اس طرح نقل فرماتے ہیں:

رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ (سورہ صافات آیت ۱۰۰)

ترجمہ: ''اے میرے پروردگار! مجھے نیک اولاد عطا فرما''

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا، اور بذریعہ وحی آپ کو بیٹا عطا ہونے کی بشارت دی پس حضرت ہاجرہ سے آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی، بیٹا عطا ہونے کی بشارت کا ذکر قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے:

فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ (سورہ صافات آیت ۱۰۱)

ترجمہ: ''ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی'' (جاری ہے......)

---

[۱] روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجۂ مطہرہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

''ان عثمان اول مهاجر باهله بعد لوط'' (مجمع الزوائد بحواله طبرانی ج ۹ ص ۸۱)

''بلاشبہ لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلے مہاجر ہیں جنہوں نے اپنی بیوی سمیت ہجرت کی''

طب وصحت

حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

مالٹا، کنوّ، سنگترہ (ORANGE)

حضرتِ انسان کے لئے پھل اللہ جل شانہٗ کی بہت ہی بڑی نعمت ہیں اوراس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکرادا کیا جائے کم ہے۔ یہ ہمارے جسم کو توانائی اور حرارت کے علاوہ حیاتین کی مختلف اقسام فراہم کر کے بہت سی بیماریوں سے بچاتے ہیں۔

سنگترہ بھی ان مفید پھلوں میں سے ہے۔ سنگترہ ترش پھلوں میں سب سے زیادہ پسند کیا جانے والا پھل ہے۔

عموماً کھانے کھانے کے بعد شوق سے کھایا جاہے۔ بھارت اور پاکستان کے مختلف صوبوں پنجاب، سندھ، بمبئ، ناگپور اور بنگال کا سنگترہ مشہور ہے، اس کے علاوہ امریکہ، اسپین، برازیل، جاپان، فلسطین، اٹلی، شمالی افریقہ، مصر، اور میکسیکو میں بھی کاشت کیا جاتا ہے۔ پاکستان کی زمین پر سنگترہ کی عمدہ قسم کاشت نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے زراعت کے ماہرین نے یہاں کی زمین کے مطابق پیوندکاری سے ترقی دے کر (کنوّ) نامی سنگترہ سے بھی بہتر پھل پیدا کیا ہے، جو کہ دنیا بھر میں صرف پاکستان کا پایا جاتا ہے۔

اب کنوّ کی بھی متعدد اقسام پیدا کرلی گئی ہیں۔ ترشادہ خاندان کے اور بھی کئی پھل ہیں جو غذائی اعتبار سے اہمیت کے حامل ہیں ان میں کنوّ، مالٹا، لیموں، مسمّی، نارنگی، چکوترا وغیرہ شامل ہیں۔ کنوّ، سنگترے کے علاوہ مالٹا بھی ہمارے یہاں بکثرت ہوتا ہے، رنگت، خوشبو، ذائقہ اور تاثیر کے لحاظ سے اپنا منفرد مقام رکھتا ہے۔ مالٹا مسمی کے مقابلے میں بڑا اور ترشی مائل ہوتا ہے۔ مالٹے کی پاکستان میں ایک اور خاص قسم بھی خوب پیدا ہوتی ہے جو اندر سے سرخ رنگت کی ہوتی ہے اور اسی لئے یہ ریڈ بلڈ کہلاتی ہے (خانپور، ہزارہ میں ریلڈ بلڈ کے باغات ہیں، جس کی مانگ بہت دور دور تک ہے)

کہا جاتا ہے کہ سنگترے کا اصل وطن جنوبی چین ہے۔ شروع میں اس کو جنوبی ہندوستان میں متعارف کرایا گیا۔ وہاں سے دیگر ممالک میں پہنچا۔ عمدہ سنگترہ کا قطر 10 سے 12 سینٹی میٹر تک ہوتا ہے، جب کہ عام

Idara Ghufran

طور پر6 سے9 سینٹی میٹر قطر پایا جاتا ہے۔سنگترہ کا درخت متوسط قد وقامت کا ہوتا ہے۔ماہ فروری، مارچ ،اس درخت پر بہار آتی ہے،اور پھل آتے ہیں۔نومبر دسمبر اور جنوری میں یہ پھل بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔سنگترے کا رس بیج اور چھلکا دواؤں میں استعمال ہوتے ہیں۔سنگترے اور مالٹا کا جام اور مربہ بھی بنا جاتا ہے۔دنیا بھر میں سنگترے کا جوس بھی ڈبہ بند اور کھلا جوس بہت شوق سے پیا جاتا ہے۔

سنگترے کو عربی زبان میں **اترج**، فارسی میں **رنگترہ**، ہندی میں **نیرنگی**، بنگالی میں **کملانیبو**، انگریزی میں **اورنج**، کہتے ہیں۔

مزاج: اطباء کے نزدیک سنگترہ کا مزاج سرد و تر ہے۔

سنگترے کے فوائد اور خواص: سنگترے میں وٹامن اے، وٹامن بی، وٹامن سی، کیلشیم، سوڈیم، پوٹاشیم، میگنیزیم، تانبہ، سلفر، اور کلورین، پائے جاتے ہیں۔سنگترہ صفرا کو کم کرتا ہے،اسی لئے صفراوی بخاروں کو دور کرتا ہے۔خفقان، وہم اور وحشت کو مفید ہے۔چستی اور فرحت پیدا کرتا ہے۔یرقان میں فائدہ مند ہے۔قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔دل اور معدہ کو قوت دیتا ہے۔صالح خون پیدا کرتا ہے۔گرم مزاج والوں کو مفید ہے۔زہروں کے اثرات کو دور کرتا ہے۔پیاس کو تسکین دیتا ہے۔ہیضہ طاعون، ٹائیفائیڈ اور گرمی کے اسہال کے لئے سنگترے کا استعمال بہت مفید ہے۔سنگترے کی سب سے بڑی خوبی یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کا رس معدہ میں جا کر فوراً جذب ہوجاتا ہے، معدہ پر اس کا بار نہیں پڑتا، یا یوں کہیں کہ سنگترہ پہلے سے ہضم شدہ غذا کی ایک صورت ہے۔شوگر کے مریض بھی اسے استعمال کر سکتے ہیں کیوں کہ اس میں موجود قدرتی شوگر (fructose) بلڈ شوگر لیول کو زیادہ بڑھنے سے روکتی ہے اور سنگترہ کھانے کے فوراً بعد اس کی شوگر خون میں جذب ہوجاتی ہے۔

ماہرین غذا کی تحقیق کے مطابق ایک میٹھے سنگترے کا رس ڈبل روٹی کے آدھے پیس جیسی قوت بخشتا ہے۔

جدید تحقیق کے مطابق ایک پاؤ خالص دودھ کی مقدار سے جتنی قوت حاصل ہوگی اتنی ہی قوت سنگترے کے ڈیڑھ پاؤ رس سے حاصل ہوتی ہے۔جب کہ دودھ کو ہضم کرنے کے لئے معدہ کو کام کرنا پڑیگا اور یہ ہضم شدہ غذا ہے۔

ضعف معدہ کے ان مریضوں کو جنہیں دودھ ہضم نہیں ہوتا یہ عمدہ غذا ہے۔بچوں کی نشونما میں سنگترے کا رس بہت مفید ہے۔جن شیر خوار بچوں کو ماں کا دودھ میسر نہ ہو ان کے لئے بھی سنگترے کا جوس بہت بہترین غذا

ہے۔انہیں عمر کے مطابق 15 ملی لیٹر سے 120 ملی لیٹر تک یہ جوس پلانا چاہئے۔جن بچوں کو اکثر نزلہ کی شکایت رہتی ہو ان کو بھی میٹھے سنگترے کا جوس نیم گرم کر کے چند روز استعمال کرانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

ایام حمل میں سنگتروں کا زیادہ استعمال کرنا بہت مفید ہے، بچہ بھی صحت منداور خوبصورت پیدا ہوتا ہے۔

سنگترے کے تازہ چھلکے کو چہرے پر ملنا ایکنی (مہاسوں) کے لئے مفید ہے۔کچے پھل کا جوشاندہ معدے اور آنتوں کی شکایات دور کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اورنج کے جوس کا استعمال بڑھاپے میں اسٹیو پراسس (Osteoporosis) ایک بیماری جس میں ہڈیاں کمزور اور کھوکھلی ہو جاتی ہیں سے محفوظ رکھتا ہے۔سنگترہ غذائی ریشہ کا اچھا ذریعہ ہے جو کہ کولسٹرول کو کم کرتا ہے،اور قبض کو بھی دور کرتا ہے،سونے سے پہلے ایک یا دو سنگترے کھانا اور پھر صبح اٹھتے ہی یہ عمل دہرانا انتڑیوں کے فعل کو عمدگی سے موثر بناتا ہے اجابت کھل کر ہوتی ہے۔سنترے کے استعمال سے السر سے بچاؤ میں مدد ملتی ہے۔

نزلہ اور زکام کے لئے: خوب پکے ہوئے سنگترے کا رس ایک پاؤ لے کر نرم نرم آنچ پر رکھیں اور ۱۷۰ فارن ہیٹ تک گرم کریں اب چار ماشہ بنفشہ کے پتے ڈال کر فوراً آگ سے نیچے اتارلیں اور پانچ منٹ تک برتن کا منہ بند رکھیں۔پھر چھان کر گرم گرم مریض کو پلادیں دن بھر میں جب بھی پیاس لگے یہی عمل دہراتے رہیں۔مریض کو کھانا بالکل نہ دیں ایک دو روز میں انشاء اللہ آرام ہوگا۔

کھانسی کے لئے: کھٹائی کھانسی کے لئے مضر ہے لیکن سنگترہ کی ترشی کھانسی کے لئے مفید ہے۔عمدہ اور سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ کھانسی کے دوران سنگترے کے رس میں مصری ڈال کر بار بار پیا کریں انشاءاللہ کھانسی جاتی رہے گی

بھوک نہ لگنا: اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ بھوک بہت کم لگتی ہے کھایا پیا جلدی ہضم نہیں ہوتا کھانا کھانے کے بعد فطری لذت سے محروم رہتے ہیں۔تو سنگترے کی قاشیں لے کر ان پر پسی ہوئی سونٹھ اور کالا نمک چھڑکیں حسب خواہش کھانے کے بعد نوش فرمائیں ایک ہی ہفتہ میں بھوک درست ہو جائے گی۔

ٹائیفائیڈ تپ محرقہ: جو کے دلیہ میں سنگترے کا رس ملا کر کھلائیں۔ایک پاؤ سے ڈیڑھ پاؤ سنگترے کا رس تھوڑا تھوڑا کر کے مریض کو دیں اس سے کمزوری دور ہوگی اور پیاس بھی کم لگے گی اور جسم سے زہریلا مواد بھی خارج ہوگا اور مریض انشاءاللہ جلد بہتری محسوس کرے گا۔

دل کی طاقت کے لئے: سنگترے کا رس ایک کلو، مصری ایک کلو، عرق بید مشک ایک پاؤ، عرق کیوڑہ ایک پاؤ۔ سب کو ملا کر شربت کا قوام تیار کر کے محفوظ کر لیں۔ دو تولہ سے چار تولہ تک ایک گلاس پانی میں حل کر کے وقفہ وقفہ سے استعمال کریں گرمی کی تیزی کو دور کرتا ہے، پیاس بجھاتا ہے مفرح اور مقوی قلب ہے۔

امراض چشم کے لئے: سنگترے کا رس، شہد خالص ہموزن ملا کر محفوظ کر لیں اور دو بوند صبح دو بوند رات کو سوتے وقت آنکھوں میں ڈالیں آنکھوں کی خارش، دھندلا پن، ککرے دور کرتا ہے۔

بدہضمی اور گیس کے لئے: سنگترے کے چھلکے اور پودینہ چھ چھ ماشہ لے کر پانی میں خوب پکا کر چھان لیں مصری سے میٹھا کر کے دن میں تین مرتبہ استعمال کریں بدہضمی دور ہوگی، پیٹ کے درد کو بھی آرام آجائے گا۔

کیل مہاسے اور چہرے کی پھنسیاں: سن بلوغت میں جو لڑکوں اور لڑکیوں کے چہروں پر نکلنے والے کیل مہاسوں اور پھنسیوں کے لئے سنگترے کا چھلکا بہت نافع ہے۔ سنگترے کے چھلکے کو بارش کا پانی ڈال کر بغیر مرچ کی کنڈی یا سل پر پیس کر کیل اور پھنسیوں پر لگائیں یا ابٹن کی طرح چہرے پر لیپ کر لیں اس سے جلد ملائم ہو جاتی ہے، چہرہ کیل مہاسوں سے صاف ہو کر رنگت نکھر جاتی ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

100 گرام سنگترے میں پائے جانے والے چند غذائی اجزا کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے

پانی	87 گرام	توانائی	47 کلو کیلوریز	پروٹین	0.94 گرام
چکنائی	0.12 گرام	کاربوہائیڈریٹ	11.75 گرام	ریشہ (فائبر)	2.7 گرام
راکھ	0.44 گرام	کیلشیم	40 ملی گرام	آئرن	0.1 ملی گرام
میگنیشیم	10 ملی گرام	فاسفورس	14 ملی گرام	وٹامن اے	205 آئی یو
پوٹاشیم	181 ملی گرام	وٹامن سی	53.2 ملی گرام	زنک	0.07 ملی گرام
کاپر	0.045 ملی گرام	مینگانیز	0.025 ملی گرام	سلینیم	05 مائیکروگرام
تھایامین	0.087 ملی گرام	رائبوفلیوین	0.04 ملی گرام	نیاسین	0.282 ملی گرام
وٹامن بی6	0.06 ملی گرام	فولیٹ	30 مائیکروگرام	پینٹوتھینک ایسڈ	0.025 ملی مائیکروگرام

EMALE: faizankhanvi@hotmale.com

اخبار ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□...... **جمعہ ۶/۱۳/۲۰/۲۷/شوال و۵/۱۲/۱۹/ ذیقعدہ** کو تینوں مسجدوں میں حسب معمول جمعہ سے پہلے وعظ اور جمعہ کے بعد مسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔ مسجد نسیم میں پچھلے کچھ جمعوں میں بندہ کے مشاغل کی وجہ سے مولوی امتیاز صاحب اور مولوی ابرار صاحب اور مولوی طارق محمود صاحب نے جمعہ کے فرائض سرانجام دیئے۔ جمعہ ۵/ ذیقعدہ کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم صبح بعد نماز فجر ٹیکسلا تشریف لے گئے، مولوی عبدالسلام صاحب، مولوی ناصر صاحب اور بندہ امجد حضرت کے ہمراہ تھے، وہاں مولوی گل بہادر صاحب (سابق مدرس ادارہ) کے ہاں کچھ دیر ٹھہرے، ناشتہ کیا، پھر بعض امور کے حوالے سے شہر اور مضافات میں بعض دیگر مقامات پر جانا ہوا، جمعہ سے پہلے پہلے واپسی ہوگئی۔

□...... **جمعہ ۲۷ شوال** ہی کی شام کو مسجد امیر معاویہ میں پانچ روزہ حج کورس کا آغاز ہوا۔ اس دفعہ حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کے کچھ عوارض کی وجہ سے حج کورس کے معلم جناب مفتی محمد یونس صاحب زیدہ مجدہ تھے اوقات مغرب تا عشاء مقرر تھے۔ جمعہ کی شام شروع ہوکر منگل ۲/ ذیقعدہ کی شام آخری نشست ہوکر یہ کورس اختتام کو پہنچا۔

□...... **جمعہ ۱۳/شوال** حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم جناب طلعت صاحب کی رہائش گاہ محلّہ صادق آباد میں عشائیہ پر مدعو تھے

□...... **جمعہ ۱۲/ ذیقعدہ** کو بعد نمازِ جمعہ حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم جناب کاشف صاحب کی ولیمہ کی دعوت پر مدعو تھے

□...... **ہفتہ ۶/ ذیقعدہ** ادارہ کے طلبہ کرام کے لئے بعد نماز عصر اجتماعی طور پر دینی مسائل واحکام کی تعلیم کے درس کا آغاز ہوا (درمیان میں شعبان کے اواخر میں یہ تعلیمی کلاس موقوف ہوگئی تھی اب نئے تعلیمی سال میں دوبارہ آغاز ہوا)

□...... **ہفتہ ۱۳/ ذیقعدہ** مسجد کی تعمیر کے لئے متعلقہ مکان میں انہدام کا کام شروع ہوا۔

□...... **اتوار ۲۲/شوال** کو بعد ظہر نئے تعلیمی سال میں ہفتہ وار بزم ادب کی افتتاحی مجلس ہوئی۔ بعد عصر ہفتہ وار مجلس ملفوظات کی بھی افتتاحی نشست ہوئی، پھر ۲۹/ شوال و ۷/۱۴/ ذیقعدہ کو یہ دونوں مجلسیں حسبِ معمول منعقد ہوتیں رہیں۔ اسی دن بعد مغرب مولانا عبدالرؤف صدیقی صاحب دارالافتاء میں تشریف لائے، بعد عشاء واپسی ہوئی۔

□...... **اتوار ۱۴/ ذیقعدہ** کو بعد ظہر حضرت مدیر صاحب جناب عبدالقیوم قریشی صاحب کی دعوت پر اُن کے ایک کاروباری افتتاح کے موقع پر دعا کے لیے پشاور موڑ تشریف لے گئے۔

□...... **پیر یکم ذیقعدہ** بندہ امجد کے والد صاحب کا آنکھ کا دوبارہ آپریشن ہوا۔

□...... **پیر ۱۵/ ذیقعدہ** کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم صبح ایک ثالثی کے معاملے کو قانونی شکل دینے کے لئے کچہری تشریف لے گئے۔

﴿بقیہ صفحہ ۸۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

25/اکتوبر 2007ء بمطابق، 12 شوال 1428ھ: پاکستان: سوات اہم مقامات کا کنٹرول فوج نے سنبھال لیا فورسز کی آمد سے قبل شہر سیل، ہیلی کاپٹرز کا گشت، مواصلات کا نظام معطل **26/اکتوبر**: پاکستان: سوات، خودکش حملے میں 29 سیکورٹی اہلکاروں سمیت 33 جاں بحق **27/اکتوبر**: پاکستان: سوات، جھڑپوں میں شدت، 5 سیکورٹی اہلکاروں سمیت 9 جاں بحق ● ڈاکٹر عبدالقدیر کی خدمات سے انکار ممکن نہیں، ان کی حفاظت ہر پاکستانی کا فرض ہے، شوکت عزیز **28/اکتوبر**: پاکستان: سوات میں جھڑپیں جاری ضلعی ناظم کا گھر نذر آتش، تحصیل خوارزہ خیلہ میں بھی مورچہ بندی **29/اکتوبر**: پاکستان: سوات، آپریشن گن شپ ہیلی کاپٹروں کی شیلنگ، 17 عسکریت پسند جاں بحق ● پاکستان: 3 خودکش حملہ آوروں کے اسلام آباد داخلے کی اطلاعات، جڑواں شہروں میں ریڈ الرٹ **30/اکتوبر**: پاکستان: یکم نومبر تک تمام لاپتہ افراد رہا نہ کیے گئے تو ایجنسیوں کے خلاف کارروائی کریں گے، چیف جسٹس افتخار چوہدری ● پاکستان: سوات میں غیر اعلانیہ فائر بندی بڑے پیمانے پر نقل مکانی شروع، باغ ڈھیری میں ہزاروں افراد کا اجتماع، مولانا فضل اللہ کی حمایت کا اعلان **31/اکتوبر**: پاکستان: راولپنڈی کینٹ میں خودکش حملے میں 3 پولیس اہلکاروں سمیت 8 جاں بحق ● پاکستان: نواز شریف جب چاہیں وطن واپس آسکتے ہیں، حکومت نے اپنی مرضی کرنی ہے تو پھر عدالتیں بند کردے، چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری **یکم نومبر**: پاکستان: شمالی وزیرستان میں امن مذاکرات ناکام سوات میں دوبارہ جھڑپیں، بمباری 18 سے 30 عسکریت پسند مارے گئے، فوجی ترجمان **2 نومبر**: پاکستان: سرگودھا، پاک فضائیہ کی بس پر خودکش حملہ، 5 افسران سمیت 9 جاں بحق ● پاکستان: سوات جھڑپوں میں شدت 70 عسکریت پسند 10 سیکورٹی اہلکار جاں بحق، نقل مکانی کا سلسلہ جاری **3 نومبر**: پاکستان: شمالی وزیرستان، اتحادی فوج کا میزائل حملہ 10 شہید 12 زخمی ● پاکستان: مارشل لاء یا ایمرجنسی کے خلاف حکم امتناعی جاری نہیں کرسکتے، جسٹس جاوید **4 نومبر**: پاکستان: ملک میں ایمرجنسی نافذ، آئین معطل، افتخار چوہدری برطرف، عبدالحمید ڈوگر نے چیف جسٹس کا حلف اٹھالیا ● پاکستان: حکومتی نظام مفلوج ہو چکا تھا، دہشتگردی میں اضافے اور عدلیہ کی انتظامی امور میں مداخلت پر ایمرجنسی لگائی، جنرل پرویز مشرف **5 نومبر**: پاکستان: الیکشن ایک سال تک ملتوی ہوسکتے ہیں، ایمرجنسی کے لئے ٹائم فریم نہیں دیا جاسکتا، وزیر اعظم ● پاکستان: اپوزیشن جماعتوں اور وکلاء کے خلاف کریک ڈاؤن، ہاشمی، حمید گل سمیت درجنوں گرفتار، عمران خان، اچکزئی، عاصمہ جہانگیر نظر بند ● پاکستان: ذرائع ابلاغ پر پابندی عائد، خلاف ورزی پر 3 سال قید ایک کروڑ جرمانہ ہوگا **6 نومبر**:

پاکستان: میری نظر بندی کی افواہیں سب سے بڑا مذاق ہیں، صدر پرویز مشرف ❀ پاکستان: ملک بھر میں وکلاء کا احتجاج پولیس کا کریک ڈاؤن، تشدد سینکڑوں گرفتار ✍ **7 نومبر:** پاکستان: پیٹرسن کی الیکشن کمیشنر سے ملاقات، بروقت انتخابات کا انعقاد یقینی بنایا جائے، امریکہ ❀ عراق: بم دھماکے فائرنگ 5 امریکی فوجیوں سمیت 18 ہلاک، متعدد زخمی ✍ **8 نومبر:** ر پاکستان: 13 نومبر لاہور سے اسلام آباد لانگ مارچ، آمریت کے خاتمے تک وفاقی دارالحکومت میں دھرنا دینگے بینظیر بھٹو کا اعلان ❀ پاکستان: انتخابات کا فیصلہ امریکی دباؤ میں ہوگا نہ مقاصد کے حصول تک ایمرجنسی اٹھائی جائے گی، صدر پرویز مشرف ✍ **9 نومبر:** پاکستان: حلف اٹھاتے ہی وردی اتار دوں گا، عام انتخابات 15 فروری سے پہلے ہوں گے، صدر پرویز مشرف ✍ **10 نومبر:** پاکستان: راولپنڈی سیل، جھڑپیں، لاٹھی چارج، شیلنگ، درجنوں زخمی، ہزاروں گرفتار، پیپلز پارٹی لیاقت باغ میں جلسہ نہ کر سکی ❀ پاکستان: پشاور، امیر مقام کے گھر پر خودکش حملہ، 3 جاں بحق، وفاقی وزیر سمیت 10 زخمی ✍ **11 نومبر:** پاکستان: سیاسی استحکام اور مؤثر حکمرانی کے لئے ایمرجنسی لگائی، صدر پرویز مشرف ✍ **12 نومبر:** پاکستان: قومی اسمبلی 15 نومبر، صوبائی سمبلیاں 20 کو تحلیل کرنے کا اعلان، انتخابات جنوری کے پہلے ہفتے کرائے جائیں گے، صدر پرویز مشرف ✍ **13 نومبر:** پاکستان: لاہور بے نظیر 7 دن کے لئے نظر بند، لانگ مارچ ہر صورت میں ہو گا، چیئر پرسن پی پی پی ✍ **14 نومبر:** پاکستان: تمام جماعتیں صدر کو ہٹانے کے لئے متحد ہو جائیں، مشرف دونوں عہدے چھوڑ دیں، بے نظیر کے نواز شریف، قاضی حسین احمد، عمران خان اور اسفند یار سے رابطے ❀ پاکستان: سوات اور مالاکنڈ ایجنسی میں کرفیو، مٹہ کبل میں ہیلی کاپٹروں کے حملے 10 زخمی عسکریت پسندوں کا الپوری پر قبضہ ✍ **15 نومبر:** پاکستان: مغرب اور میڈیا نے میرے ساتھ بد دیانتی کی، رواں ماہ میں وردی اتار دونگا، صدر پرویز مشرف ❀ پاکستان: سوات اور شانگلہ میں جھڑپیں تیز 12 مقامی طالبان، 4 شہری جاں بحق، 9 سیکورٹی اہلکار زخمی ❀ پاکستان: پندرھویں قومی اسمبلی آج رات بارہ بجے، پہلی بار مدت پوری کر کے تحلیل ہو جائے گی ✍ **16 نومبر:** پاکستان: قومی اسمبلی تحلیل، سومرو نگران وزیر اعظم نامزد، آج اپنے عہدے کا حلف اٹھائیں گے ❀ پاکستان: سوات اور شانگلہ میں جھڑپیں، مزید 20 جاں بحق، 3 چوکیوں پر فورسز کا قبضہ ✍ **17 نومبر:** پاکستان: 24 رکنی نگران کابینہ نے حلف اٹھالیا، چوہدری، برادران، کی تقریب میں عدم شرکت ❀ پاکستان: سوات اور شانگلہ میں لڑائی جاری، ہیلی کاپٹروں کی شیلنگ، جھڑپیں، 30 عسکریت پسند 2 فوجی جاں بحق ✍ **18 نومبر:** پاکستان: ٹینک سوات پہنچا دیے ہیں، کسی بھی وقت بڑا آپریشن ہو سکتا ہے، ڈی جی ملٹری آپریشنز ✍ **19 نومبر:** پاکستان: اعتدال پسند قوتوں کا اتحاد چاہتے ہیں، مشرف، بے نظیر مفاہمتی عمل جاری رکھیں، امریکہ ✍ **20 نومبر:** پاکستان: صدر مشرف کی اہلیت کے خلاف دائر درخواستیں خارج ❀ پاکستان: عام انتخابات 8 جنوری کو ہونگے، حلف اٹھانے سے قبل وردی اتار دوں گا، صدر پرویز مشرف ❀ پاکستان: پنجاب، سندھ بلوچستان، اسمبلیاں تحلیل، نگران آج ذمہ داریاں سنبھالیں گے،

اعجاز نثار، رفیق حالی پوتا اور صالح بھوتانی نگران وزرائے اعلیٰ کا حلف اٹھائیں گے **21 نومبر**: پاکستان: 21 تا 26 نومبر کاغذاتِ نامزدگی جمع کرانے کے لئے 6 دن، 8 جنوری کو پولنگ، الیکشن کمیشن نے شیڈول دے دیا **22 نومبر**: پاکستان: ایمرجنسی کے بعد اٹھائے جانے والے صدارتی اقدامات چیلنج نہیں ہوسکیں گے آرڈیننس جاری پاکستان: نیٹو فورسز کی کارروائی، بالاچ مری جاں بحق، بلوچستان میں ہنگامے، الیکشن کمیشن کا دفتر، گاڑیاں نذر آتش، پولیس اہلکار مارا گیا 3 زخمی **23 نومبر**: پاکستان: صدر مشرف کی اہلیت کے خلاف دائر آخری درخواست بھی خارج پاکستان: نواز شریف کی آج سعودی فرمانروا سے ملاقات، آئندہ 48 گھنٹے اہم، جلد وطن واپسی کا امکان **24 نومبر**: پاکستان: نواز شریف کی سعودی فرمانروا سے الوداعی ملاقات، شریف برادران کل لاہور پہنچیں گے، سعودی ایئرلائنز سے واپسی کا اعلان پاکستان: ججوں کی برطرفی چیلنج نہیں ہوسکے گی، ایمرجنسی سمیت تمام صدارتی اقدامات درست ہیں، سپریم کورٹ **25 نومبر**: پاکستان: راولپنڈی میں 2 خودکش دھماکے، 32 جاں بحق پاکستان: شریف برادران کی آج وطن واپسی استقبالی قافلے چل پڑے، سعودی ایئرلائنز کی سپیشل فلائٹ سہ پہر 4 بجے لاہور ائیرپورٹ پر اترے گی **26 نومبر**: پاکستان: شریف برادران لاہور پہنچ گئے، والہانہ استقبال، آمریت کا خاتمہ کرنے کے لئے آیا ہوں، نواز شریف پاکستان: سرکاری گھر خالی کردیں افتخار چوہدری سمیت سپریم کورٹ کے تمام معزول ججوں کو نوٹس جاری **27 نومبر**: پاکستان: عدلیہ کی بحالی سمیت مطالبات تسلیم نہ ہوئے تو بائیکاٹ کریں گے، مشرف کی موجودگی میں وزارتِ عظمیٰ قبول نہیں، نواز شریف پاکستان: پرویز مشرف کل آرمی چیف کا عہدہ چھوڑ دیں گے، جمعرات کو سویلین صدر کا حلف اٹھائیں گے، فوجی ترجمان **28 نومبر**: پاکستان: سینئر فوجی کمانڈروں سے الوداعی ملاقاتیں جنرل پرویز آج وردی اتار دیں گے، ایمرجنسی اٹھانے کا اعلان متوقع پاکستان: شریف برادران معزول جج کے گھر پہنچ گئے، اعتزاز کی حمایت کا اعلان، بائیکاٹ پر اتفاق نہ ہوا تو پھر مشترکہ جنگ لڑنا ہوگی، نواز شریف

حضرت مفتی محمد رضوان صاحب کی جدید مطبوعات

(۱)......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواتین سے اہم خطاب

(۲)......موزوں اور جرابوں پر مسح کے احکام

(۳)......ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا شرعی حکم

(۴)......فرض نماز کے بعد دعا کے شرعی احکام

(۵)......ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام (اضافہ شدہ چوتھا ایڈیشن)

ملنے کا پتہ: کتب خانہ ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270

Idara Ghufran

Chain of Useful Islamic Information

By Mufti Muhammad Rizwan   Translated By Abrar Hussain Satti

When We Get Rid From Useless Sports ?

(Part I)

Human being came in this world for a special purpose. The real success of human being is; to fulfill this purpose; and to spent life for this purpose. Every moment of human being's life which is spent except this purpose; the man will repent on it in next one; but this repenting will be useless.

The great aim for that, man is sent in this world is; to recognize his creator and to worship; and obey Him. But human beings who live in this world have refused from this purpose of their creation, by different ways. In result they fail and contemptible in this world as well as in next one.

But here is a difference in the diverting of the peoples of olden times from this purpose and the diverting of the peoples of now a days, because the peoples of olden time were diverting from this purpose by uncivilized and ignorant ways, while the ways of the peoples of today are good looking, and matching with the on going strategy like enlightened moderation etc.(We shall discuss on it in next installments Abrar)